

ماہنامہ

تحقیقات اسلامی

URDU MONTHLY MAGAZINE

March 2026

مُدیْر مَسئول

مولانا محمد عرفان شاہ قاسمی

مُدیْر تحریر

مولانا محمد صغیر قاسمی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انجمن دعوت الی الحق کیرانہ ضلع شاملی کا
علمی، دینی، تحقیقی و اصلاحی ترجمان

تحقیقات اسلامی

جلد (۱۳) رمضان و شوال ۱۴۴۷ھ مطابق مارچ ۲۰۲۶ء شماره (۹)

مدیر تحریر

محمد صغیر قاسمی

09897855010

sagheerqasmi@gmail.com

مدیر مسئول

حضرت مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

بانی و مہتمم جامعۃ السعادتہ کیرانہ و صدر انجمن دعوت الی الحق

ترسیل کے لیے رابطہ کریں: محمد معظم رحمانی قاسمی 09359602830

موبائل نمبر: 09359602830 ای میل: tahqiqateislami2011@gmail.com

شرح خریداری:

فی شماره: ۳۰ روپے سالانہ: ۳۰۰ روپے اعزازی: ۵۰۰۰ روپے

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہر طرح کی قانونی کارروائی کا حق صرف عدالت کیرانہ ہی کو ہوگا۔

Add: Office Tahqiqat-e-Islami
Jamiatus Sa'adah, Moh.Ibrahimpura
(Aal Kalan) Shamli Road, Kairana
Distt. Shamli (U.P.) India
A/c No. 3023002100004803
TAHQIQT-E-ISLAMI
Punjab National Bank, Branch: Kairana

خط و کتابت کا پتہ:

دفتر ماہنامہ ”تحقیقات اسلامی“

جَامِعَةُ السَّعَادَاتِ

محکمہ ابراہیم پورہ آل کلاں شاملی روڈ کیرانہ ضلع شاملی (یو پی) انڈیا

ناشر
تحقیقات اسلامی

۲۰۲۱ آل خورد (ملتان بیان) کیرانہ ضلع شاملی (یو۔ پی) ۴۷۷۷۷۴

پرنٹنگ پبلشر محمد عرفان نے جیوٹی پرنٹنگ پریس منگلا مارکیٹ نزد ماویہ چوک مظفرنگر سے طبع کرا کے دفتر تحقیقات اسلامی ۲۰۲۱ آل خورد (ملتان بیان) کیرانہ شاملی سے شائع کیا۔



آئینہ

		صریرخامہ
(۳)	محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی	پیغام عید
		درس قرآن
(۵)	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	تفسیر سورہ قلم
		مقالات و مضامین:
(۱۲)	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	روح عید
(۱۳)	ڈاکٹر محمد سلطان شاہ	روزہ... سائنس کی روشنی میں
(۲۴)	محمد ناصر ندوی پرتاپ گڑھی	لڑکیوں کا ارتداد اور ہماری ذمہ داریاں
(۲۶)	مولانا سید محمد میاں صاحب	زکوٰۃ: احکام و مسائل
(۲۹)	محمود حسن	صدقۃ الفطر
(۳۲)	ادارہ	فقہ و فتاویٰ
		افسانہ
(۳۴)	میر امن دہلوی	قصہ چہار درویش
(۳۷)	ادارہ	تعارف جامعہ



صریرخامہ

پیغام عید

محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

ماہ رمضان اپنی تمام تر رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں کے ساتھ رخصت ہونے کے قریب ہے اور عید الفطر مسرتوں، شادمانیوں اور خوشیوں کا پیغام لیے، ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہیں۔ یہ عید محض ایک تہوار نہیں، بلکہ بندہ مومن کی ایک ماہ کی روحانی مشق، ضبط نفس، عبادت، تلاوت قرآن، قیام اللیل، صدقہ و فطرہ اور تزکیہ باطن کی تکمیل پر رب کریم کی طرف سے انعام اور خوشی کا دن ہے۔

مگر یہ خوشی اسی وقت با معنی اور بابرکت بن سکتی ہے، جب رمضان میں حاصل کی گئی نیکیوں کی روشنی، عید کے بعد بھی، ہمارے اعمال اور زندگی کے راستوں کو منور رکھے۔ رمضان دراصل ایک تربیتی کورس ہے۔ اس میں مومن کو بھوک و پیاس کے ذریعے صبر سکھایا جاتا ہے، تراویح کے ذریعے قیام کی لذت دی جاتی ہے، تلاوت قرآن کے ذریعے فکر و بصیرت عطا ہوتی ہے اور صدقہ و فطرہ کے ذریعے ایثار و ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔ رمضان نے ہمیں سکھایا کہ ہم خواہش کے غلام نہیں، ارادے کے مالک بھی بن سکتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ بندہ اگر چاہے اور جذبہ اطاعت کو بروئے کار لے آئے، تو حکم ربی کے سامنے کھانے پینے کو چھوڑ سکتا ہے، خواہش نفس کو کنٹرول کر سکتا ہے، آنکھ کی حفاظت کر سکتا ہے، زبان کو بری بات سے روک سکتا ہے، دل کو اپنی ذاتی آرزوں اور تمناؤں پر عمل کرنے سے روک کر، اسے رب کریم کے حکم کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر سکتا ہے۔

عید کے دن، ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ جس طرح ہم نے رمضان میں نمازوں کی پابندی کی، اسی طرح سال کے دوسرے مہینوں میں بھی اس کا اہتمام جاری رہے گا، قرآن کریم سے جو رشتہ رمضان میں قائم ہوا تھا اسے فراموش نہیں کیا جائے گا، وقت کی پابندی اور ضبط نفس کی جو عادت رمضان میں بنی تھی، اس کا تسلسل پورے سال بلکہ پوری زندگی رہے گا۔ نیز ہمیں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عید کا دن ہمیں اخوت و بھائی چارگی اور اجتماعیت و وحدت کا بھی پیغام دیتا ہے، کہ کس طرح عید گاہ جانے سے پہلے بندہ مومن اپنے خون پسینہ کی کمائی سے، اپنے پاس پڑوس کے غریبوں اور ضرورت مندوں کی صدقہ و زکوٰۃ سے مدد کرتا ہے، اور انھیں بھی خوشیوں میں شامل کرتا ہے، پھر سب ایک ساتھ عید گاہ میں جا کر صف بستہ ہو کر اور امیر و غریب، اونچ و نیچ کی تمیز ختم کر کے، بارگاہ رب العزت میں دوگانہ ادا کرتے ہیں۔ دیگر اقوام کے مقابلے

سُورَةُ الْقَلَمِ

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَشَعَتِ أَبْصَارُهُمْ
تَرَهُفُهَا ذَلَّتْ ۝ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ۝ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكذِّبْ بِهَذَا
الْحَدِيثِ ۝ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ
أَجْرًا ۝ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۝

ترجمہ

جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی اور وہ بلائے جائیں سجدہ کرنے کو پھر نہ کر سکیں۔ جھکی پڑتی ہوں گی ان کی آنکھیں
چڑھی آتی ہوئی ان پر ذلت اور پہلے ان کو بلائے رہے سجدہ کرنے کو اور وہ تھے اچھے خاصے۔ اب چھوڑ دے مجھ کو اور ان کو جو
کہ جھٹلائیں اس بات کو اب ہم سیڑھی سیڑھی اتاریں گے ان کو جہاں سے ان کو پتہ بھی نہیں۔ اور ان کو ڈھیل دیئے جاتا ہوں
بیشک میرا دواؤ پکا ہے۔ کیا تو مانگتا ہے ان سے کچھ حق سوان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔ کیا ان کے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ لکھ
لاتے ہیں۔

تشریح و تفسیر:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝

(جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی اور وہ بلائے جائیں سجدہ کرنے کو پھر نہ کر سکیں۔)

آج مشرکین مکہ بالخصوص اشرافِ قریش بتوں کے سامنے جھکتے اور مختلف قوتوں کے سامنے جنہیں ان لوگوں نے
اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ لیکن جب صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کے لیے آنحضرت (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) دعوت دیتے ہیں تو یہ اکڑ جاتے اور تکبر کا اظہار کرتے ہیں اور زعم ان کا یہ ہے کہ ہم یہاں دنیا میں جس طرح
معزز اور دولت و ثروت کے مالک ہیں یہی عزت اور یہی ثروت ہمیں قیامت کے دن بھی حاصل ہوگی کیونکہ ہماری خوشحالی
اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہے اور ہم اس کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ
لوگوں کو قیامت کے دن ذلیل کرے۔ چنانچہ ان کی ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے پیش نظر آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے

کہ ان لوگوں کو اندازہ نہیں کہ قیامت کا دن کیسا ہولناک دن ہوگا۔ اس میں عزت اور سربلندی ان لوگوں کو ملے گی جو دنیا میں اس کی بندگی کرتے اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے رہے۔ اور جن لوگوں نے دنیا میں اس کے سامنے جھکنے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں تکبر کا رویہ اختیار کیا ان کو سب کے سامنے رسوا کرنے کے لیے حکم دیا جائے گا کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں۔

چنانچہ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوتے تھے وہ تو نہایت نیاز مندی سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں گے اور یہ جھکنا اس بات کی علامت ہوگی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول لوگ ہیں، لیکن یہ لوگ جو آج اپنے بارے میں کیسی کیسی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اس روز اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمریں جھکنے سے انکار کر دیں گی اور اکڑ کر تختہ ہو جائیں گی۔ اس صورتحال کی وجہ سے شرمندگی اور ندامت سے ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان کے چہروں پر ذلت چھا چکی ہوگی اور پکارنے والا پکارے گا کہ تمہاری یہ ذلت کا سامان اس لیے ہوا ہے کہ جب تمہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لیے بلایا جاتا تھا اور تم سجدہ کے لیے بالکل صحیح سالم تھے تو تم سجدہ کرنے سے انکار کرتے تھے۔ آج سب لوگ تمہاری اس رسوائی کو دیکھ رہے ہیں کہ آج جبکہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکی ہوئی بخشش کی طالب ہے لیکن تم ایسے بدنصیب ہو کہ اس کے سامنے جھکنے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہو۔ (روح القرآن)

کشفِ ساق کا مفہوم

ساق کے لغوی معنی پنڈلی کے ہیں، پھر کیا یہ حقیقت پر محمول ہے یا کنایہ ہے؟ اول احتمال کی طرف فرقہ مشبہ گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس روز دراصل خدا تعالیٰ بندوں پر تجلی کرے گا اور پوری تجلی دیکھنے کی کسی کو قدرت نہ ہوگی اس لیے صرف پنڈلی کھل جائے گی جو ادنیٰ تجلی ہوگی۔ گو وہ پنڈلی ہماری جیسی پنڈلی نہ ہو، لیکن اس کی ذات کے مناسب، تب سجدے کے لیے حکم ہوگا، پس جو لوگ دنیا میں اس کو سجدہ نہیں کرتے تھے وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی پشت تختہ کی طرف ہو جائے گی۔ یہ مضمون اکثر احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور اہل ظاہر کا اسی طرف رجحان ہے۔

مگر اہل حق کہتے ہیں استعارہ مراد ہے کس لیے کہ لفظ حقیقی معنی پر محمول ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے۔ پھر اس سے کیا مراد ہے؟ اس میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ مراد شدت و کرب ہے جو قیامت کے روز ہوگا۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے کسی نے اس کے معنی دریافت کئے، آپ نے یہی بیان فرمائے اور فرمایا جب تم کو کسی لفظ قرآنی کے معنی معلوم نہ ہو اکریں تو شعراء عرب کے اشعار کو دیکھا کرو۔ پھر آپ نے اس معنی کی سند میں یہ شعر پڑھا:

سن لنا قومك ضرب الاعناق

وقامت الحرب بنا على ساق

اور اسی طرح مجاہد نے بھی اس معنی کے ثبوت میں ابو عبیدہ اور جریر وغیرہ کے چند اشعار پڑھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی کام پر زور کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پانچے چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھل جاتی ہے اس لیے شدت کے موقع پر کہا کرتے ہیں ”کشف عن ساقہ“۔

دوم ابو سعید، ضریر وغیرہ کا قول ہے وہ یہ کہ کشف ساق سے مراد پردہ اور اصل کھل جانا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ اور ساق ہر شئی میں اس کی اصل اور جڑ ہے کہ جس پر وہ کھڑی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ساق الشجر و ساق الانسان۔ تب یہ معنی ہوئے کہ جس روز حقائق الاشیاء اور ان کے اصول ظاہر ہو جائیں گے یعنی قیامت کے دن کہ یہ پردہ کھل جائے گا جیسا کہ ”سورہ ق آیت نمبر: ۲۲“ میں فرمایا:

”لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكُمْ غِطَاءَكُمُ فَبَصُرْتُمُ الْيَوْمَ مِمَّا كُنْتُمْ تَوَّاهُونَ“
انسان! اس سے غفلت میں تھا سو ہم نے تیرا پردہ کھول دیا پس تیری آنکھیں آج تیز ہیں۔ اس عالم میں پردہ حسی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے، اس پر شہوات و لذات حُبِّ دنیا کے اور بھی پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حقیقت الامر منکشف نہیں ہونے دیتے، اس لیے ادیان و مذاہب میں اختلاف ہے۔ کوئی کچھ کوئی کچھ بے تک کہہ رہا ہے جس طرح کہ مکے کے کفار و انہی تباہی منصوبے بیان کرتے تھے۔

یہی قول بہت درست ہے اور سراسر اس کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تو ذات ہے کہ جس کا ادراک محال ہے اور وہ مستقل محض ہے۔ دوسرے صفات کمال ہیں کہ جو جدا جدا عالم میں ظاہر نہیں ہو سکتے۔ علم بغیر قدرت کے اور قدرت بغیر علم کے اور دونوں بغیر حیات کے پائے نہیں جاتے اور صفات تابع محض ہیں ذات کے، ان میں بغیر ذات کے کچھ بھی استقلال نہیں۔ سوم جہات کمال کو، جن کو حقائق الہیہ بھی کہتے ہیں اور وہ بین بین ہیں۔ نہ صفات کی طرح محض غیر مستقل، نہ ذات کی طرح محض مستقل اور ان جہات کمال کو اس عالم میں انسان کے اعضاء کے ساتھ پوری مشابہت اور ایک خاص نسبت ہے، کیونکہ انسان کے اعضاء ہاتھ، پاؤں، پنڈلی، منہ وغیرہ نہ اس کے صفات کی طرح محض غیر مستقل اور نہ ذات انسان کی طرح مستقل ہیں اور انسان کے کمالات کا مظاہر بھی ہیں۔

شرع شریف میں ان حقائق کی چند چیزوں کے ساتھ تفصیل واقع ہوئی ہے اور یہ چیزیں ان حقائق کی تمثیل و تشبیہ ہیں، نہ عین اور وہ یہ ہیں۔ وجہ، عین، ید، یمین، اصابع، حقو، ساق، قدم (منہ، آنکھ، ہاتھ، داہنا ہاتھ، انگلیاں، کمر، پنڈلی، قدم) اب جس طرح ساق اور قدم اور وجہ وغیرہ کو جو حقائق الہیہ ہیں اور ان الفاظ میں ایک استعارہ کے طور پر بیان ہوئی ہیں، خود بھی پنڈلی اور پاؤں اور منہ سمجھ لینا غلطی اور تشبیہ ہے، جیسا کہ مشبہ و اہل ظواہر کا مذہب ہے۔ اسی طرح ان کی تاویل و انکار کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں محض غلطی ہے۔ اہل سنت اس افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں اور اہل سنت کے اس عقیدے کو بخاری و مسلم وغیرہما کی وہ حدیث بھی مخالف نہیں کہ جو ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اپنی ساق کھولے گا، تو تمام ایماندار مرد اور عورت سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریا کاری کے لیے سجدہ کرتے تھے، وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختے کی طرح اکڑ جائے گی، سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اور صحیح مسلم میں ان سے بھی زیادہ مشرح روایت ہے کس لیے کہ ان روایات میں بھی کشف ساق سے اسی جہت کمالیہ کا ظاہر ہونا مراد ہے جس کو استعارہ کے طور پر ساق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

الحاصل محشر میں رب العزت کی ایک تجلی خاص ہوگی جس کو کشف ساق سے تعبیر کیا ہے۔ جس کے آگے کفار و مشرکین سجدہ نہ کر سکیں گے اور اس کے سوا اس نورانی تجلی کی طرف نظر بھی نہ کر سکیں گے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

خُشَعَةً أَبْصُرُهُمْ تَرَاهُمْ دِلَّةً ۝

(جھکی پڑتی ہوں گی ان کی آنکھیں، چڑھی آتی ہوئی ان پر ذلت) کیونکہ انہوں نے غیر اللہ کی پرستش کر کے اس کے نام پاک کی توہین و تذلیل کی تھی۔ مظاہر کو پوجا تھا اور یہ سجدہ اور جمال باکمال پر نظر کیوں نہ کر سکیں گے؟ اس لیے کہ:

وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلْبُونَ ۝

(اور پہلے ان کو بلا تے رہے سجدہ کرنے کو اور وہ تھے اچھے خاصے۔)

دنیا میں انہوں نے اس مادہ غیبیہ کو جو انسان میں خداوند عالم نے ودیعت رکھا ہے اور وہی اس کو اس کا مشتاق دیدار اور مطیع بناتا ہے نافرمانی اور سرکشی کر کے ضائع کر دیا تھا۔ اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ اس سے پہلے دنیا میں ان کو سجدے کے لیے اس وقت میں بلایا جاتا تھا کہ وہ سالم تھے ان کی فطرت اور اصلی مادہ میں کوئی نقصان نہیں آیا تھا، پھر انہوں نے انکار و سرکشی کی اور رفتہ رفتہ اس کو برباد کر دیا۔ آج اس تجلی کے میدان میں سب کو کھڑا کر کے تجلی نورانی کا دکھایا جائے گا، تاکہ شقی و سعید کا پورا امتیاز ہو جائے۔ پھر وہ جو دنیا میں اس کے آگے جھکتے تھے۔ سر کے بل اسی کے آگے عاجزی کرتے ہوئے گرتے تھے، دل بھی اسی کے آگے جھکے ہوئے تھے اور ان کے دلوں میں وہ اشتیاق و محبت کا شعلہ تھا جس کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ فوراً اس کے آگے سجدہ میں گر پڑیں گے، انہیں کہاں تاب رہے گی اور اس کے دیدار فیض آثار سے سرفرازی حاصل کریں گے۔ اس وقت مشتاقانِ جمالِ کبریائی کی عجیب حالت ہوگی اور بد لوگ نہ کر سکیں گے۔ وہ جنت میں یہ جہنم میں بھیج دیے جائیں گے۔

ابراہیم تیمی کہتے ہیں یہ معنی کہ وہ اذان و تکبیر کی آوازوں سے بلائے جاتے تھے پر نہ آتے تھے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: حسی علی الفلاح سنتے تھے اور نہ آتے تھے۔ کعب احبار کہتے ہیں یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی مگر ان لوگوں کے لیے جو جماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں وہ کفار دنیا میں بلائے جاتے تھے اور وہ امن کی حالت میں تھے پھر آج بلائے جائیں گے اور وہ خائف ہوں گے۔

ابی مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ آیت میں قیامت کا معاملہ مراد نہیں، کیونکہ اس روز عبادت و سجدہ نہیں، وہاں تو یہیں کے

اعمال کا بدلہ ملے گا، بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کے وقت اخیر کا معاملہ ہے۔ اس وقت خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اور پہلے تو لوگ اس کو نماز و عبادت کے لیے بلاتے تھے نہیں آتا تھا اب بجز حسرت کے اور کچھ نہیں یا بڑھاپے یا مرض کا واقعہ ہے کہ جوانی اور تندرستی میں جو سلامتی کا وقت تھا، خدا تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تھے، لوگ بلاتے تھے نہیں آتے تھے اور نشے میں چور تھے۔ اب بڑھاپا اور بیماری آئی، خود اس کی طرف جھکنے اور عبادت و نماز ادا کرنے کی قدرت نہیں رہی۔ یہ مراد بھی ممکن ہے مگر یہ کہنا کہ آخرت میں سجدہ نہیں، ٹھیک نہیں، کس لیے کہ وہاں سجدہ بطور تکلیف کے نہیں، مگر بطور امتحان و سرزنش کے ہوگا۔ (حقانی)

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس بیان میں وہ سخت تکذیب کرتے تھے اور آپ کو ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے اور دھمکاتے بھی تھے اس سے آپ کو کمال رنج ان کی بد نصیبی اور سرکشی پر ہوتا تھا، اس لیے اگلی آیت میں آپ کو اور قرآن کریم کو جھٹلانے والوں کو دھمکی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۗ

(اب چھوڑ دے مجھ کو اور ان کو، جو کہ جھٹلائیں اس بات کو، اب ہم سیڑھی سیڑھی اتاریں گے ان کو جہاں سے ان کو پتہ بھی نہیں۔) ”الْحَدِيثِ“ سے مراد قرآن مجید ہے۔ یعنی اے پیغمبر! آپ فکر مند نہ ہوں، منکرین قرآن و کفار کا معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ میں آپ کی طرف سے ان سے نمٹ لوں گا۔

اس آیت کریمہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قرآن کریم کے جھٹلانے والوں کو دھمکی بھی ہے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلی بھی۔ گذشتہ آیات میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ جب انھیں ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں، یعنی قصے کہانیاں ہیں، ان کی کیا اہمیت ہے۔ اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مذاق میں اڑا دیتے تھے۔ ان کے اس رویے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پھبتیوں کی وجہ سے یقیناً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بے حد تکلیف پہنچتی تھی، لیکن وہ لوگ چونکہ طاقتور تھے، اسلام نے ابھی قوت نہیں پکڑی تھی، دعوت کا عمل دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہا تھا، اس لیے انھیں اس طرز عمل سے روکا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ ایسی بے بسی میں قلبی اذیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت کی طرف اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں کی بے بسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان بدتمیزوں کا معاملہ درحقیقت آپ کے ساتھ نہیں ہمارے ساتھ ہے۔ ان سے آپ کو نہیں، ہمیں نمٹنا ہے۔ ان کی قوت آپ کے لیے تکلیف دہ ہو سکتی ہے، ہمارے لیے نہیں۔ اس لیے آپ ہر طرح سے دل میں اطمینان رکھئے یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور خود اپنے برے انجام سے بچ نہیں سکیں گے۔

رہی یہ بات کہ بظاہر حالات ان کا کچھ بگاڑ نہیں جاسکتا، لیکن وہ مسلمانوں کو ہر طرح اذیت دینے پر قادر ہیں۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ ہمارے استدرج کی گرفت میں ہیں۔ استدرج، بے خبری میں کسی کو تباہی کی طرف لے

جانے کو کہتے ہیں۔ یعنی کوئی شخص آہستہ آہستہ اپنی تباہی کی طرف بڑھ رہا ہو، لیکن سمجھ رہا ہو کہ میں اپنی کامیابی کا راستہ طے کر رہا ہوں۔ چنانچہ دوسری آیت میں اس استدراج سے ہلکا سا پردہ اٹھایا گیا ہے کہ اشرافِ قریش جس قدر اسلام اور مسلمانوں کیخلاف سازشیں کرتے اور طاقت استعمال کر رہے ہیں، ہم ویسے ویسے ان کو ڈھیل دیتے جا رہے ہیں۔ وہ اس ڈھیل کو اپنی کامیابی کی علامت سمجھتے ہیں حالانکہ ہم ان کی رسی دراز کر رہے ہیں۔ لیکن اس رسی دراز کرنے میں یہ اندیشہ ہرگز نہیں کہ وہ ہماری گرفت سے نکل جائیں گے کیونکہ ہماری تدبیر نہایت محکم ہے، اس سے کوئی بچ نکلنے پر قادر نہیں۔

استدراج کی مختلف صورتیں ہمیں قرآن کریم میں نظر آتی ہیں۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ایک دشمن حق اور ظالم کو بجائے سزا دینے کے، نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ صحت، مال، اولاد اور دنیوی کامیابیاں دی جاتی ہیں۔ جن سے دھوکہ کھا کر وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے اور اس غلط فہمی میں وہ حق دشمنی اور ظلم و طغیان میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن یہی ڈھیل اس کے لیے ہلاکت کا سامان بن جاتی ہے۔

جس طرح مچھلی کے شکار کے لیے کانٹے میں گوشت کا ٹکڑا لگا کر شکاری دریا میں پھینکتا ہے، مچھلی اسے اپنی خوراک سمجھ کر آگے بڑھ کر اسے کھانے کی کوشش کرتی ہے اور شکاری ڈور کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے، وہ خوش ہوتی ہے کہ میری دعوت کا انتظام کیا گیا ہے اور شکاری انتظار میں ہے کہ کانٹا اس کے حلق میں اتر جائے تو پھر میں رسی کھینچوں۔ اسی کو استدراج کہتے ہیں۔ شاعر نے ٹھیک منظر کشی کی:

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے، لقمے پہ شاد ہے

صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نکل گئی (روح القرآن)

اور یہ بھی استدراج ہے کہ انسان کی عمر گرنا میہ آنا فنا نام ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہر صبح آفتاب کی جگمگاہٹ دیکھ کر خوش ہوتا ہے، ہر رات اس کی بہار لیتا ہے، مگر یہ خبر نہیں کہ یہ میرے سفر کے منازل ہیں جو بے اختیار طے ہو رہے ہیں، پھر یکبارگی منزل پر پہنچ گیا۔ اب آنکھ کھل گئی، رونے پینے لگا مگر اب کیا ہوتا ہے۔ اسی لیے فرماتا ہے:

وَأُمِّلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝

(اور ان کو ڈھیل دیئے جاتا ہوں بیشک میرا دواؤ پکا ہے) کہ جس سے رستگاری ممکن نہیں اور کیونکر رستگاری ہو سکے

جبکہ اس کا دواؤ انسان کے جمیع قوائے ادراکیہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (حقانی)

کید کا معنی ہے مکر، تدبیر، دل کے اندر چھپے ہوئے ارادہ بد کے خلاف، اچھائی کا اظہار۔ اللہ کے کید کا معنی ہے، انتقام بشکل انعام۔ جو ہری نے کہا کہ بعض کے نزدیک اس آیت میں کید سے مراد عذاب ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کید سے مراد ہے مہلت دینا، ڈھیل دینا، یعنی دنیا میں جو نعمتیں ہم ان کو عطا کرتے ہیں، یہ ان کے لیے ڈھیل ہے۔ مسلمانوں پر ترجیح دینا مقصود نہیں ہے۔ (مظہری)

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّن مَّعْرُومٍ مُّثْقَلُونَ ۝

(کیا تو مانگتا ہے ان سے کچھ حق سوان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے) یعنی کیا آپ ان سے اس دعوت و تبلیغ کے بدلے کوئی اجرت یا مزدوری مانگتے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ آپ سے استفادہ نہیں کرتے۔ (حقانی)

جس شخص کے دل میں احساس کی کوئی رمت بھی باقی ہو وہ جب یہ دیکھتا ہے کہ کوئی شخص نہایت غمگساری اور ہمدردی کے ساتھ مجھے خاص بات کی طرف دعوت دے رہا ہے اور میری زندگی کے چلن پر وہ نہایت محکم اور معقول تنقید کر رہا ہے، جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں اور وہ شب و روز اس کام میں مصروف ہے اور اس کا مجھ سے یا دوسرے لوگوں سے کسی معاوضے کا طلبگار نہیں، تو وہ کبھی نہ کبھی ضرور سوچتا ہے کہ آخر اس شخص کی جان ماری و سخت کوشی اور ہمدردی اور غمگساری کی کوئی حقیقت تو ہوگی۔ جب وہ مجھ سے کچھ نہیں چاہتا اور خون جگر پی پی کر میری اصلاح کی فکر میں ہے تو مجھے کبھی تو اس کی بات پر غور کرنا چاہیے۔

لیکن قریش پر اس رویے کا کوئی اثر نہیں ہو رہا اور وہ سوچنے کی زحمت اٹھانے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ قرآن کریم اظہارِ تعجب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم آخر کس مٹی کے بنے ہوئے ہو۔ کسی جانور سے بھی اتنی ہمدردی کی جائے تو وہ بھی مانوس ہونے لگتا ہے۔ لیکن تمہارے اندر کسی بات کا کوئی اثر نہیں۔ ہمارے پیغمبر کی بے غرضی بھی تمہیں اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکی تو اس پر تعجب اور دکھ کا اظہار ہی کیا جاسکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ آیت میں خطاب اگرچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہے، لیکن روئے سخن مخالفین کی طرف ہے۔ (روح القرآن)

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۝

(کیا ان کے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ لکھ لاتے ہیں۔)

اس آیت میں بھی خطاب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہے، لیکن اصل مخاطب مخالفین ہی ہیں۔ ان کی بے پروائی اور بے نیازی پر اظہارِ تعجب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ان کے پاس علم غیب ہے جس کو وہ لکھ رہے ہیں کہ قیامت میں اعلیٰ مدارج انہیں کے لیے ہیں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ فرما رہے ہیں، ان کے اس علم کے مطابق بالکل غلط ہے۔ نہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نہ وہ حقائق صحیح ہیں جنہیں وہ بیان کر رہے ہیں۔ اور اگر ان کے پاس علم غیب نہیں (اور فی الواقع نہیں) تو پھر زندگی کے حقائق سے آنکھیں بند کر لینا بلکہ نہایت ڈھٹائی سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت کو رد کر دینا اپنے لیے ابدی ہلاکت کا سامان کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ (ایضاً)

روح عید

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

خوشی کے موقع پر اظہار مسرت اور غم کے موقع پر اظہار غم انسانی فطرت ہے۔ مذہب اسلامی جو فطرت انسانی کے بالکل موافق ہے وہ اس انسانی احساس کا خیال کیوں نہ کرتا۔ چنانچہ اس نے ہمیں سال میں دو عیدیں دیں۔ ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ۔ جس میں عمدہ کپڑے پہننے، عمدہ کھانے اور خوشی و مسرت کے اظہار کا حسین موقعہ دیا۔ عید الفطر رمضان المبارک کی تکمیل کی خوشی میں اور عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یاد میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو عیدوں کا اعلان فرمایا اور خود بھی یہ عیدیں منائیں، اس لیے اس دن کو خوشی کے دن کے طور پر منانا سنت نبوی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مختلف اقوام کی بعض عیدوں کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا نبی بنا کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف یہ دعوت اور مشن دے کر بھیجا کہ فرعون کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ بتائیں اور اس سے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کریں جو کئی سالوں سے فرعون اور اس کے خاندان کے غلام چلے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ان پیغمبروں نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت کی دعوت دینے کے بعد عصا اور ید بیضاء کے دو معجزے اپنی صداقت کے اظہار کیلئے دکھائے تو فرعون نے اسے جادو قرار دیا اور حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں جادو گر اکٹھے کر کے مقابلہ کی دعوت دی۔ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ یہ مقابلہ یوم الزینہ یعنی ان کی عید کے دن ہوا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے جادو گروں پر واضح فتح دی تھی جس کے نتیجے میں وہ جادو گر ایمان لے آئے تھے۔

اسی طرح قرآن کریم نے سورۃ المائدہ میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ ہم پر آسمان سے پکے پکائے کھانوں کا دسترخوان اتار دے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے حواریوں کے اصرار پر اللہ تعالیٰ سے دعا کر دی کہ یا اللہ! ان پر آسمان سے پکے پکائے کھانوں کا دسترخوان نازل فرما دے، وہ ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے ”عید“ کا دن ہوگا اور آپ کی قدرت کی نشانی ہوگا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی عالم نے کہا کہ قرآن کریم میں ایک آیت ایسی ہے اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنا لیتے۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے: ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا“۔ (المائدہ: ۳) (آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔) اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے تین باتیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے

کہ جو وحی اور دین حضرت آدم علیہ السلام سے نازل ہونا شروع ہوا تھا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی صورت میں مکمل ہو گیا ہے اور اب کسی نئی وحی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ دین ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جو تمام ہو گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان عظیم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی جامع شخصیت اور قرآن کریم جیسی مکمل کتاب تمہیں عطا فرمائی ہے۔ اور تیسری بات یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اسی دین پر راضی ہے۔ چنانچہ یہ تکمیل دین اور اتمام نعمت کی آیت ہے، جس کے بارے میں یہودی عالم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یہ اگر ہم پر نازل ہوئی تو ہم اسے عید کا دن بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہمارا وہ عید کا دن ہی تھا جس روز یہ آیت کریم نازل ہوئی تھی اور میں اس کا گواہ ہوں۔ وہ عرفہ کا دن تھا اور جمعہ کا دن بھی تھا۔ اس لیے جس روز یہ آیت کریم نازل ہوئی وہ ہمارے لیے دوہری عید کا دن تھا۔

مقصود عید کیا ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک ارشاد گرامی ہے: ”کل یوم لا یعضی اللہ فیہ عز و جل فہو لنا عید۔“ (ہر وہ دن جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بغیر گزر جائے وہ ہمارے لیے عید کا دن ہے۔) یعنی مسلمان کی اصل عید یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے اور اس کی رضا کا حق دار قرار پائے۔ ایک انسان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اسے ہدایت مل جائے اور وہ دوزخ سے بچ کر جنت میں چلا جائے اور ایسا اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مسلمان کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے، حتیٰ کہ جنت میں داخل ہونے والوں کو بھی ساری نعمتیں مل جانے کے بعد جو سب سے بڑی اور آخری نعمت ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی: ”وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ“ (التوبہ: ۷۲)۔

افسوس: آج ہمارا دین کے ساتھ کیا معاملہ ہے اور ہماری عملی زندگی دین سے کس قدر دور ہے۔ ہمیں اس پر بھی سوچنے کی ضرورت ہے۔ نیز روزہ ہمیں دوسروں کے دکھ درد، بھوک پیاس اور پریشانی کو سمجھنے کا درس بھی دیتا ہے اور عید اس درس پر عمل کرنے کا بہترین موقعہ فراہم کرتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہئے کہ ہم اس مسرت اور خوشی کے موقعہ پر اپنے دینی بھائیوں کو فراموش نہ کریں، ان کو بھی اس میں مسرت کے ساتھ شریک ہونے کا موقعہ دیں، عید الفطر کے موقعہ پر صدقۃ الفطر کے وجوب کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اہل ثروت و خوش حال لوگ اہل ضرورت کا تعاون کریں، مالی طور پر ان کی مدد کریں تاکہ غریب افراد بھی اطمینان سے عید کی خوشی مناسکیں۔ اپنے خدا کو راضی کرنے یہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صدقہ رب کے غضب اور ناراضگی کو ختم کر دیتا ہے۔ ”اِنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ“۔

ضرورت مند وہی نہیں ہیں، جو کاسہ گدائی لے کر دروازے دروازے چکر کاٹتے ہیں، آپ اپنے پاس پڑوس میں نظر دوڑائیے، اہل محلہ کے حالات کا جائزہ لیجئے، بہت سے ایسے ضرورت مند مل جائیں گے، جن کے پاس اتنے روپے نہیں ہیں کہ وہ اپنے بچوں کے لئے نئے کپڑے تیار کرا سکیں، بغیر مزدوری کے ایک دن گھر میں سکون سے رہ سکیں، آپ کا دست تعاون ان کے لئے بھی بڑھنا چاہئے اور ان کی طرف سے مطالبہ کی بجائے از خود آگے بڑھنا چاہئے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو عید تو آپ نے منائی، لیکن عید کی روح کو آپ حاصل نہیں کر سکتے۔

روزے کی جسمانی و نفسیاتی افادیت

میڈیکل سائنس کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ

اسلام دینِ فطرت ہے اور ہر شعبہٴ زیست میں راہِ اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ آج مغرب میں بھی خوردونوش میں زیادتی کو ناپسند کیا جاتا ہے اور اسے صحتِ انسانی کے لیے مضر گردانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوبِ مکرم نبی معظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی: ”وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ“ (اعراف ۳۱: ۷) ”اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: کھاؤ، پیو اور پہنوا اور خیرات کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے۔ (بخاری، کتاب اللباس، باب ۵۴۰/۴)

ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی لکھتے ہیں کہ: کھانے میں اسراف صحت کے لیے مضر ہے اور بسیار خوری کی وجہ سے جسم موٹا ہو جاتا ہے، جس سے بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کو کھانے کی صرف تھوڑی مقدار کی ضرورت ہے، جو انسانی جسم میں اتنی توانائی پیدا کر سکے جتنی توانائی انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے اور جس سے اس کی صحت اچھی رہ سکے اور وہ اپنی روزمرہ کی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔ انسانی جسم کو جتنے کھانے کی ضرورت ہے، اس سے زائد جسم میں داخل ہونے والا کھانا چربی بن جاتا ہے، جس کی وجہ سے انسان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور انسان بہت جلد در ماندگی اور تکان کا احساس کرنے لگتا ہے، نیز انسانی جسم بہت سے امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کھانے میں اسراف سے قرآن و سنت نے جو ممانعت کی ہے، اس کے پیچھے کیا حکمت کار فرما ہے۔ (حدیث نبوی اور علم النفس، ڈاکٹر محمد عثمانی نجاتی، ص ۵۱)

بسیار خوری سے انسان کو لاحق ہونے والی مضرت تمام طریقہ ہائے علاج میں مسلم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے ہیں تاکہ گیارہ ماہ کے دوران خوردونوش کی بے احتیاطی کے مضر اثرات کا ازالہ ہو سکے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے روزے رکھنے کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (البقرہ ۲: ۱۸۳) ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“

قرآن کریم نے بیمار اور مسافر کے لیے روزے مؤخر کرنے اور جو روزے نہ رکھ سکیں، ان کے لیے فدیہ ادا کرنے

کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد روزے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ”وَ أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ (البقرہ ۲: ۱۸۴) ”اور تمہارے لیے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“

دراصل یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حیاتیاتی علم کو سمجھو تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزے رکھو۔ کیونکہ روزہ اپنے اندر بے شمار روحانی، نفسیاتی اور طبی فوائد رکھتا ہے۔ روزے کی طبی افادیت کی طرف نہایت مختصر مگر بلیغ اشارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا: ”صوموا تصحوا“ (مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۳۴۴۔ کنز العمال، رقم الحدیث ۲۳۶۰۵) ”روزے رکھو، تندرست ہو جاؤ گے۔“

حکیم محمد سعید شہید لکھتے ہیں: ”روزہ جسم میں پہلے سے موجود امراض و آلام کا علاج بھی ہے اور حفظ ما تقدم کی ایک تدبیر بھی۔ روزہ رکھنے والا صرف بیماریوں سے ہی نجات نہیں پاتا بلکہ ان کے لاحق ہونے کے ممکنہ خطرات سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کا طبی سبب یہ ہے کہ روزے سے قوتِ مدافعت بڑھ جاتی ہے۔“ (حکیم محمد سعید، عرفانستان، کراچی ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ص ۱۷۵)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”لکل شیء زکوة وزکاة الجسد الصوم“ (المعجم الکبیر، ۲۳۸/۶) ”ہر شے کی زکوة ہے اور جسم کی زکوة روزہ ہے۔“ اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح زکوة مال کو پاک کر دیتی ہے، اسی طرح روزہ جسم کی زکوة ہے اور اس کے ادا کرنے سے جسم تمام بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے، بلکہ کذب، غیبت، حسد اور بغض جیسی باطنی بیماریوں سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

حافظ ابن قیم کے مطابق: روزے کا شمار روحانی اور طبی دواؤں میں کیا جاتا ہے۔ اگر روزہ دار ان چیزوں کو ملحوظ رکھے جن کا طبی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے، تو اس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا۔ (محمد کمال الدین حسین ہمدانی، ڈاکٹر حکیم سید، اسلامی اصولِ صحت، علی گڑھ: جی علی الفلاح سوسائٹی، اشاعت اول ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، ص ۴۲)

ڈاکٹر محمد عالم گیر خان سابق پروفیسر آف میڈیسن، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور بھی روزے کو ان گنت طبی فوائد کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ (محمد عالم گیر خان، ڈاکٹر، اسلام اور طب جدید، ص ۱۲)۔ ٹرک اسکا لارڈ ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق جیسے طبی علم نے ترقی کی، اس حقیقت کا بدترج علم حاصل ہوا کہ روزہ تو ایک طبی معجزہ ہے۔ (ہلوک نور باقی، ڈاکٹر، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، مترجم: سید محمد فیروز شاہ، ص ۱۰۳)

گویا روزہ ہمیں صحت مندر رکھنے، ہمارے امراض کو دفع کرنے اور مختلف بیماریوں کے خلاف ہماری قوتِ مدافعت بڑھانے میں انتہائی مہم و معاون ہے۔ آئندہ سطور میں روزے کی طبی افادیت کا تفصیلاً جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

روزہ اور نظامِ انہضام: نظامِ انہضام (digestive system) مختلف اعضا پر مشتمل ہے، جن میں ایلیمینٹری کینال (alimentary canal) اور ہاضمے کے غدود (digestive glands) شامل ہیں۔ ایلیمینٹری

کینال منہ سے شروع ہو کر مقعد پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ اس میں جوف دہن، ایسویگیس، معدہ اور آنتیں شامل ہیں۔ جگر اور لبلبہ ہاضمے کے غدود ہیں جن کی رطوبتیں خوراک میں شامل ہو کر اس کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو پورا نظام انہضام اس کو ہضم کرنے میں لگ جاتا ہے۔ انسان کو آرام کی بہت ضرورت ہے اور نیند اس کا بڑا ذریعہ ہے، لیکن سونے کی حالت میں بھی بہت سے جسمانی افعال رواں دواں رہتے ہیں، مثلاً دل، پھیپھڑے، نظام ہضم میں معدہ، آنتیں، جگر، بہت سے ہارمون اور رطوبت، گردہ وغیرہ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب نظام ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور خوراک ان کی محرک ہے۔ اگر ہم اپنے روزمرہ معمولات کا بغور مطالعہ کریں تو ظاہر ہوگا کہ جسم کے ان شعبوں کو بہت کم آرام ملتا ہے۔ رات کے کھانے کو ہضم کرتے کرتے صبح کے ناشتے کا وقت ہو جاتا ہے اور جو لوگ دیر سے سوتے ہیں وہ رات کے کھانے کے بعد کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے رہتے ہیں (محمد عالم گیر خان، ڈاکٹر، اسلام اور طب جدید، ص ۱۳)۔

روزے سے معدہ، آنتوں، جگر اور گردوں کو آرام کا موقع ملتا ہے اور سال کے دوران ایک ماہ کا آرام ان کی کارکردگی میں خاطر خواہ بہتری کا موجب بنتا ہے۔ (محمد فاروق کمال، سیرت محمد رسول اللہ، ص ۵۸۰)

ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے نظام انہضام پر روزے کے اثرات کا تفصیل سے مطالعہ کیا ہے، جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے: روزے کا حیران کن اثر خاص طور پر جگر (liver) پر ہوتا ہے، کیونکہ جگر کے کھانا ہضم کرنے کے علاوہ ۱۵۰ ہزار مزید افعال بھی ہوتے ہیں۔ یہ اس طرح تکان کا شکار ہو جاتا ہے، جیسے ایک چوکیدار ساری عمر کے لیے پہرے پر کھڑا ہو۔ روزہ کے ذریعے جگر کو چار سے چھ گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے۔ یہ روزے کے بغیر قطعی ناممکن ہے۔ جگر پر روزے کی برکات کا مفید اثر پڑتا ہے، جیسے جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا ہے جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے مابین ہوتا ہے۔ اسے یا تو ہر لقمے کو سٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعے اس کو ہضم ہو کر تحلیل ہو جانے کے عمل کی نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ روزے کے ذریعے جگر تو انائی بخش کھانے کے سٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہو جاتا ہے اور اپنی توانائی (globulins) پیدا کرنے پر صرف کرتا ہے، جو جسم کے مدافعتی نظام (immune system) کی تقویت کا باعث ہے۔

انسان معدے پر روزے کے انتہائی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزے سے معدے سے خارج ہونے والے (gastric juice) کی پیداوار اور اخراج میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔ روزے کے دوران تیزابیت نہیں ہوتی کیونکہ گیسٹرک جوس خارج نہیں ہوتا جس میں موجود ہائیڈروکلورک ایسڈ تیزابیت کا باعث بنتا ہے۔ روزہ آنتوں کو بھی آرام فراہم کرتا ہے۔

حکیم ہمدانی اشتہا پر روزے کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”دن بھر کھاتے پیتے رہنے کی صورت میں اشتہائے صادق شاذ و نادر محسوس ہوتی ہے اور بغیر اشتہائے صادق محسوس ہوئے وقت مقررہ پر غذا استعمال کر لی جاتی ہے، جس سے سوء ہضم، نفخ، ڈکار، قبض، اسہال، قے وغیرہ جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن بحالت روزہ دن بھر کی

بھوک و پیاس کے بعد اشتہائے صادق بلکہ اشتہائے شدید محسوس ہوتی ہے، اور جب وقت افطار غذا استعمال کی جاتی ہے تو اس کا انہضام و انجذاب جسم میں تیزی سے ہوتا ہے اور ہضم بھی قوی ہو جاتا ہے۔ (اسلامی اصولِ صحت، ص ۴۳-۴۴) ایلیان کاٹ (Allan Cott) نے ۱۹۷۵ء میں اپنی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکالا: روزے سے نظام ہضم اور مرکزی عصبی نظام کو مکمل طور پر نفسیاتی سکون ملتا ہے اور یہ میٹابولزم کے نظام کو نارمل کر دیتا ہے۔ (Islamic Medicine، شاہد اختر، ص ۱۴۸)

روزہ اور نظام دورانِ خون: روزے سے نظام دورانِ خون (circulatory system) پر مرتب ہونے والے فائدہ مند اثرات کے بارے میں ترکی کے معروف اسکالر ڈاکٹر ہلک نور باقی رقم طراز ہیں: ”دن میں روزے کے دوران خون کی مقدار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ اثر دل کو انتہائی فائدہ مند آرام مہیا کرتا ہے۔ زیادہ اہم یہ بات ہے کہ خلیات کے درمیان (intercellular) مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے ٹشو، یعنی پٹھوں پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ پٹھوں پر دباؤ یا ڈائسٹالک پریشر ہمیشہ کم سطح پر ہوتا ہے، یعنی اس وقت دل آرام یا ریسٹ کی صورت میں ہوتا ہے۔ مزید برآں دل آج کل ماڈرن زندگی کے مخصوص حالات کی بدولت شدید تنہا یا hypertension کا شکار ہے۔ رمضان کے ایک ماہ کے روزے بطور خاص ڈائسٹالک پریشر کو کم کر کے انسان کو بے پناہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ روزے کا سب سے اہم اثر دورانِ خون پر اس پہلو سے ہے کہ اس سے خون کی شریانوں پر اس کے اثر کا جائزہ لیا جائے۔ اس حقیقت کا علم عام ہے کہ خون کی شریانوں کی کمزوری اور فرسودگی کی اہم ترین وجہوں میں سے ایک وجہ خون میں باقی ماندہ مادے (remanants) کا پوری طرح تحلیل نہ ہو سکتا ہے، جب کہ دوسری طرف روزے میں بطور خاص افطار کے وقت خون میں موجود غذائیت کے تمام ذرے تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ اس طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر اجزاء جمع نہیں پاتے۔ اور شریانیں سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور کی انتہائی خطرناک بیماریوں جن میں شریانوں کی دیواروں کی سختی (arteriosclerosis) نمایاں ترین ہے، سے بچنے کی بہترین تدبیر روزہ ہی ہے۔“

(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص ۱۰۵-۱۰۶)

حکیم محمد سعید شہید نے روزے کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ”آج جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ روزہ کو لیسٹرول کو ضائع کرتا ہے۔ یہ وہی خون کا کو لیسٹرول ہے جو دل کی بیماریوں کا سب سے بڑا سبب ہے۔ آج کی دنیا میں اس سائنسی انکشاف کے لحاظ سے روزہ ایک برکت ہے۔ جو بات آج سائنس دانوں کو معلوم ہوئی ہے، اس کا ادراک ذاتِ ختم المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور ضرور تھا۔ اسی لیے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو جسم و روح کے لیے باعثِ خیر و برکت قرار دیا۔ (عراقستان، ص ۱۶۹-۱۷۰)

محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) کے مطابق جسم میں وقتی طور پر پانی کی کمی بلڈ پریشر کو کم کر کے دل کو آرام کا موقع دیتی ہے اور اس کی طاقت بحال کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ بھوک سے جسم میں چربی کم ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ

ساتھ خون میں اور نالیوں میں بھی چربی کی مقدار کم ہونے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ (سیرت محمد رسول اللہ: ۵۸۰-۵۸۱) عبد اللہ اے، العثمان نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے: ”رمضان کے روزے کو لیسٹروں کی سطح میں واضح کمی کا باعث ہیں“ (جنرل آف اسلامک سائنس، جلد ۲۸، عدد ۱، ص ۵)۔ اس محقق نے جو معلومات جمع کی ہیں، ان سے روزے کے دوران جسم کے وزن، پلازما کو لیسٹروں اور ٹرائی گلیسرائیڈ کے کنٹرول کرنے کی نشان دہی ہوتی ہے۔ حکیم کمال الدین ہمدانی بھی روزے کو بلڈ پریشر کے لیے مفید قرار دیتے ہیں (اسلامی اصول صحت، ص ۴۴)۔ ڈاکٹر شاہد اطہر ایم ڈی ایسوسی ایٹ پروفیسر انڈیانا یونیورسٹی اسکول آف میڈیسن لکھتے ہیں کہ وہ رمضان کے آغاز اور اختتام پر اپنا بلڈ گلوکوز، کو لیسٹروں اور ٹرائی گلیسرائیڈ خود چیک کرتے ہیں تاکہ وہ روزے رکھنے کے بعد فرق معلوم کر سکیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ رمضان کے آخر میں واضح بہتری سامنے آتی ہے۔ (Islamic Medicine، شاہد اختر، ص ۱۵۰)

روزہ اور جسم کے خلیات: ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق روزے کا سب سے اہم اثر خلیوں اور ان کے اندرونی مادوں کے درمیان توازن کو قائم پذیر رکھنا ہے۔ چونکہ روزے کے دوران مختلف سیال مقدار میں کم ہو جاتے ہیں، اس لیے خلیوں کے عمل میں بڑی حد تک سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح لعاب دار جھلی کی بالائی سطح پر متعلق خلیے جنھیں اپنی تھیلیلی (epithelial) سیل کہتے ہیں اور جو جسم کی رطوبت کے متواتر اخراج کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کو بھی روزے کے ذریعے بڑی حد تک آرام و سکون ملتا ہے جس کی وجہ سے ان کی صحت مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ علم خلیاتیات کے نقطہ نظر سے یہ کہا جاتا ہے کہ لعاب بنانے والے (pitutary) غدود، گردن کے غدود تیموسیہ (thyroid) اور لبلبہ (pancreas) کے غدود شدید بے چینی سے ماہ رمضان کا انتظار کرتے ہیں تاکہ روزے کی برکت سے کچھ سستہ کاموں کا موقع حاصل کر سکیں اور مزید کام کرنے کے لیے اپنی توانائیوں کو جلا دے سکیں۔ (قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص ۱۰۶)

روزہ اور خون بننے کا عمل: خون ہڈیوں کے گودے میں بنتا ہے۔ جب کبھی جسم کو خون کی ضرورت پڑتی ہے ایک خود کار نظام ہڈی کے گودے کو حرکت پذیر (stimulate) کر دیتا ہے۔ کمزور اور لاغر لوگوں میں یہ گودہ بطور خاص سست حالت میں ہوتا ہے۔ روزے کے دوران جب خون میں غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے ہیں، ہڈیوں کا گودہ حرکت پذیر ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں لاغر لوگ روزہ رکھ کر آسانی سے اپنے اندر خون پیدا کر سکتے ہیں۔ چونکہ روزے کے دوران جگر کو ضروری آرام مل جاتا ہے، یہ ہڈی کے گودے کے لیے ضرورت کے مطابق اتنا مواد مہیا کر دیتا ہے جس سے آسانی اور زیادہ مقدار میں خون پیدا ہو سکے۔ (ایضاً، ص ۱۰۷-۱۰۸)

فارماسٹ محمد فاروق کمال نے لکھا ہے: ”سائنسی تحقیق کے مطابق روزے کے دوران بھوک کی وجہ سے اور خون میں غذائیت کی کمی کے باعث ہڈیوں کے گودے خون بنانے کا عمل تیز کر دیتے ہیں۔ یوں خون بنانے کے سسٹم کی اوور ہالنگ ہو جاتی ہے“۔ (سیرت محمد رسول اللہ، ص ۵۸۱)

روزہ اور نظام اخراج: ڈاکٹر محمد عالم گیر خان لکھتے ہیں: سحری و افطار کے وقت پانی عام مقدار سے زیادہ پیا جاتا ہے، جس سے صبح و شام گردوں کی دھلائی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ریت کے ذرات گردوں میں اکٹھے ہو جائیں تو وہ بھی پیشاب کی زیادتی کی وجہ سے نکل جاتے ہیں۔ (اسلام اور طب جدید، ص ۱۳)

ہمدرد فاؤنڈیشن کے مؤسس حکیم محمد سعید کے یہ الفاظ بھی لائق مطالعہ ہیں: طبی نقطہ نظر سے روزہ اس لیے ضروری ہے کہ ترک غذا سے انسان کے جسم میں جمع شدہ اجزائے زائد اور مواد غیر ضروری خارج ہو جاتے ہیں اور خون اور اعضاے جسم کی ایسی صفائی ہو جاتی ہے کہ وہ نئی توانائیوں کے ساتھ قبول غذا اور افعال معمولہ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ روزے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اعضاے ربیہ، یعنی دل و دماغ اور جگر کو آرام مل جاتا ہے اور اس آرام سے ان کی کارکردگی میں بہتری اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ (عرفانستان، ص ۱۷۲)

روزہ اور نظام تولید: نظام تولید (reproductive system) نسل انسانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخالف جنس میں کشش پیدا کر کے اس کو فطرت سے ہم آہنگ کر دیا ہے، لیکن مرد اور عورت کی باہمی کشش کو نکاح کے ضابطے سے مشروط کر دیا۔ جنسی محرک ان فطری محرکات میں سے ہے جو اپنی تکمیل کے لیے انسان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالتے ہیں۔ روزہ جنسی محرک کے دباؤ اور اس سے پیدا ہونے والی نفسیاتی کش مکش کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزے کی وجہ سے جنسی محرک کمزور پڑ جاتا ہے۔ ایک طرف تو غذا کی قلت کی وجہ سے اور دوسری طرف روزے کے دوران اللہ کی عبادت، ذکر و تسبیح میں مشغول ہونے کی وجہ سے، اس کا ذہن جنسی موضوع پر غور و فکر سے ہٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو شادی کی ترغیب دی ہے اور جن نوجوانوں میں شادی کی استطاعت نہ ہو، انہیں روزے کی ترغیب دی ہے۔ (حدیث نبوی اور علم النفس، ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی، ص ۵۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو لوگ اخراجات نکاح کی طاقت رکھتے ہوں، وہ نکاح کر لیں، کیونکہ نکاح سے نگاہ اور شرم گاہ دونوں کی حفاظت ہوتی ہے، اور جن میں اخراجات نکاح کا تحمل نہ ہو وہ روزہ رکھیں، کیونکہ روزہ ان کی شہوت پر کنٹرول کرے گا۔“ (بخاری، حدیث ۵۰۶۵، ابوداؤد، حدیث ۲۰۴۶، مسند احمد، حدیث ۱: ۴۴۷)

یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے جنسی نظام پر کسی قسم کے مضر اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ اس سے جنسی محرک کو کنٹرول کرنے میں مدد ضرور ملتی ہے، لیکن نظام تولید میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوتا۔ یونیورسٹی آف میڈیکل سائنسز تہران میں ڈاکٹر ایف عزیز ی اور ان کے رفقاء نے روزے کے اثرات کے سائنسی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سے تولیدی ہارمون پر کسی قسم کے منفی اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔ (Islamic Medicine، شاہد اختر، ص ۱۲۸-۱۲۹)

روزہ اور نظام اعصاب: جسم انسانی ایک نہایت پیچیدہ اور متحرک دنیا ہے جس میں کروڑوں ذی حس خلیات اپنے

اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ہزاروں کمپیوٹر مستعدی سے برسرِ کار ہیں، بہت سی فیکٹریاں چل رہی ہیں۔ لاتعداد اجزائے خوراک، رطوبتیں، لعاب اور ہارمون، جسمانی صحت کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ قسم قسم کی شریانیں نہروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حواسِ خمسہ کے لیے برقی تارِ جسم کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ درحقیقت انسانی جسم خداوند تعالیٰ کا ایک بڑا کرشمہ ہے اور اس کی ذات اور صفتِ خلافت کا بین اور لاریب ثبوت ہے۔ ان سب پیچیدہ کارگزاریوں کا کنٹرول ہمارے دماغ کے خلیات میں ہے جن کا اپنا ضبط و نسق ذہنِ انسانی کی ذمہ داری ہے۔ ثابت ہوا کہ ذہنِ انسانی ہی اصل کلیدِ صحت ہے۔ ذہن بہت سے جذبات سے متاثر ہوتا ہے، مثلاً خوشی، غم، غصہ، نفرت، بے چینی، سکون، مایوسی اور فکر وغیرہ۔ جن لوگوں کی قوتِ ارادی مضبوط ہوتی ہے اور ان کو صبر کی عادت ہوتی ہے، وہ ان جذبات کا اثر بہت حد تک ذہن تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ جسم کے خلیات پر ان جذبات کو اثر انداز نہیں ہونے دیتے۔ متلون مزاج اور حد سے زیادہ حساس افراد میں ان جذبات کا اثر بہت سے خلیات کے افعال پر منتقل ہوتا رہتا ہے اور پھر بیش تر امراض کا موجب بن جاتا ہے، مثلاً معدے، چھوٹی و بڑی آنت کے زخم، دمہ، جوڑوں کی سوزش، فالج و دل کے دورے وغیرہ۔ روز بروز اس فہرست میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر بیماری میں ذہنی اثرات مزید پیچیدگیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ قوتِ ارادی و صبر ان بیماریوں کے بچاؤ میں اور ہر بیماری کے علاج میں جسمانی قوتِ مدافعت کو استوار کرتے ہیں۔ روزہ ان دونوں خوبیوں کو انسان میں پیدا کرتا ہے اور سال بہ سال ان کی افزائش کرتا ہے۔ (اسلام اور طب جدید، ڈاکٹر محمد عالم گیر خان، ص ۱۲-۱۳)

ڈاکٹر ہلک نور باقی کے مطابق روزے کے دوران ہماری جنسی خواہشات چونکہ علاحدہ ہو جاتی ہیں، اس وجہ سے بھی ہمارے اعصابی نظام پر منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ روزے سے دماغ میں دورانِ خون کا بے مثل توازن قائم ہو جاتا ہے جو صحت مند اعصابی نظام کی نشان دہی کرتا ہے۔ اندرونی غدود کو جو آرام اور سکون ملتا ہے، وہ پوری طرح سے اعصابی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ انسانی تحت الشعور جو رمضان کے دوران عبادت کی بدولت صاف، شفاف اور تسکین پذیر ہو جاتا ہے اعصابی نظام سے ہر قسم کے تناؤ اور الجھن کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔ (قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص ۱۰۷)

روزہ اور انسانی نفسیات: نفسیاتی طور پر انسان پر روزے کا بہت ہی اچھا اثر پڑتا ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ سے مستقل و مسلسل لگاؤ کا ذریعہ ہے۔ سارا وقت اللہ کا تصور انسان کے ذہن میں رہتا ہے جو اسے تنہائی میں بھی کھانے پینے اور برائی سے مانع ہوتا ہے۔ یہ ہمہ وقت تصورِ الہی انسان میں اعتماد اور اُمید پیدا کرتا ہے اور انسان خود کو اکیلا نہیں بلکہ ہمیشہ اللہ رحیم و رحمن کی معیت میں محسوس کرتا ہے اور اپنی مشکلات کے لیے پریشان نہیں رہتا بلکہ اللہ پر بھروسا سے ذہنی سکون مہیا کرتا ہے۔ (سیرتِ محمد رسول اللہ، محمد فاروق کمال، ص ۵۸۱)

ایک حدیث مبارکہ میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے: ”الصوم جنة“ (مسلم مع نووی، ج ۲، حدیث ۱۲۱۶/۱)۔ ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی کے مطابق ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ خواہشاتِ نفس سے بچاتا ہے۔ روزے دار

اپنی خواہشات پر کنٹرول کرتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ جماع کرتا ہے اور اپنے طرز زندگی پر بھی کنٹرول کرتا ہے۔ وہ نہ فحش گوئی کرتا ہے، نہ شور و غل مچاتا ہے اور نہ سب و شتم ہی کرتا ہے، نہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو غضب ناک کرے۔ روزوں میں خواہشات اور تاثرات پر قابو پانے کی مشق ہو جاتی ہے اور نفس کے فاسد میلانات اور خواہشات پر غلبہ پانے کے سلسلے میں عزم و ارادے کو قوت پہنچتی ہے۔ (حدیث نبویؐ اور علم النفس، ص ۳۴۹)

معروف مصری اسکالر محمد قطب روزے کو شعوری انضباط کی بہترین مثال قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عمل انضباط ایک نفسیاتی ورزش ہے جو متعدد پہلوؤں میں جسمانی ورزش سے مشابہت رکھتی ہے۔ دونوں ہی قسم کی ورزشیں ابتداءً دشوار محسوس ہوتی ہیں، مگر عادت ہو جانے پر ان کی مشقت کم ہوتی چلی جاتی ہے، اور اگر شروع سے عادت ڈال لی جائے تو نہ صرف یہ کہ سہل ہو جاتی ہے بلکہ اس سے پوری پوری قدرت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اسلام چاہتا ہے کہ بچے کو ابتدائی سالوں ہی سے تربیت دی جائے اور اسے خواہشوں کے ضبط کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ (اسلام اور جدید مادی افکار، ص ۱۷۵-۱۷۶)

بعض لوگ انتہائی آرام طلب ہوتے ہیں۔ وہ جسم کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے اور بھوک، پیاس اور جنسی خواہشات کی تکمیل لازم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انضباط سے جو تکلیف پہنچتی ہے، انسانی طاقت سے ہرگز ماورا نہیں ہوتی بلکہ انسان اس کو پسند نہیں کرتا۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ انسانی نفس میں الم و مصیبت برداشت کرنے بلکہ اس سے لطف اندوز ہونے کا مادہ ہے۔ اس لیے انسان روزے کے دوران بھوک، پیاس، یا ضعف بدن سے ایک خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ روزہ احساسِ گناہ (guilt complex) اور اس سے پیدا ہونے والے قلق و اضطراب کا بھی مفید علاج ہے۔ چون کہ قرآن پاک میں روزے کا بنیادی مقصد ہی تقویٰ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ انسان کو خوف اور حزن سے پیدا ہونے والے نفسیاتی عوارض سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ روزے رکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت کی زندگی کے بارے میں خوف کے بجائے اُمید پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ایک مسلمان کو قلبی سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق روزہ گناہوں سے مغفرت کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے رمضان کے روزے حالتِ ایمان میں خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں“۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا، حدیث ۱۹۰۱)

روزہ اور تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری: عصر حاضر میں کچھ لوگ بالکل تندرست ہونے کے باوجود روزے نہیں رکھتے، حالانکہ تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری پر روزے کے کسی قسم کے منفی اثرات کسی طبی مطالعے میں سامنے نہیں آئے، البتہ مثبت اثرات کا پتا چلا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد اسلم لکھتے ہیں کہ تندرست افراد میں روزے کے دوران جسم کی اندرونی توازن رکھنے والی کارگزاری پر کوئی قابل ذکر اثر نہیں پڑتا اور پیشاب کے نمکیات، تیزاب اور القلی کا میزان اور نائٹروجن کا اخراج معمول کی حدود میں رہتا ہے۔ روزے کے دوران ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے خون میں یوریا اور یورک تیزاب کی مقدار میں اضافہ

ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلیاں گوشت خوروں میں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ اگر رمضان المبارک میں افطار کے وقت زیادہ شکر، روٹیاں، چاول وغیرہ کھایا جائے تو اس کا اثر مختلف ہوگا، یعنی خون میں شکر کم ہو سکتی ہے، لیکن اگر غذا معمول کے مطابق رکھی جائے اور سحری اچھی طرح کی جائے تو خون میں تفریطِ شکر کا کوئی امکان نہیں۔ (صحت سب کے لیے، ڈاکٹر سید اسلم، ص ۴۲۵-۴۲۶)

گذشتہ زمانے میں لوگ بہت زیادہ جسمانی مشقت کرتے تھے لیکن موجودہ دور کے انسان میں اس صفت میں کمی آگئی ہے، جس کے باعث موٹاپے نے متمول افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ چکنائی اور نشاستہ دار غذاؤں کا بے ہنگم استعمال عام ہو گیا ہے جو بغیر جسمانی مشقت کے غیر استعمال شدہ حالت میں جسم میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور وزن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جو افراد مختلف جدید طریقوں سے وزن کم بھی کر لیتے ہیں، وہ جب نارمل زندگی گزارنے لگتے ہیں تو وزن پھر بڑھ جاتا ہے۔ دراصل انسانی دماغ کے ہائپوٹھیلمس (hypothalamas) میں ایک سنٹر ہوتا ہے جسے لیپوسٹیٹ (lipostat) کہتے ہیں۔ یہ انسان کی جسامت کو کنٹرول کرتا ہے۔ جب بھی خوراک کی انتہائی کمی سے وزن تیزی سے کم کیا جاتا ہے تو یہ سنٹر اس تبدیلی کو قبول نہیں کرتا اور جسم کے وزن کو دوبارہ معمول کی خوراک لینے سے پہلے والی سطح پر واپس لے آتا ہے (Islamic Medicine، شاہد اختر، ص ۱۴۹)۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ موٹا پاؤں دور کرنے کے لیے وزن آہستہ آہستہ کم کیا جائے تاکہ لیپوسٹیٹ اسے قبول کر لے اور ایسا ماہِ رمضان کے دوران ایک ماہ کے روزے رکھنے سے باسانی کیا جاسکتا ہے۔ ۱۹۹۴ء میں Health and Ramadan کے عنوان سے پہلی انٹرنیشنل کانگریس کیسا بلائیکا میں منعقد ہوئی جس میں اس موضوع پر ۵۰ تحقیقی مقالات پیش کیے گئے۔ (ملاحظہ کیجیے: www.islam.usa.com)

روزہ اور بیماری: قرآن پاک میں بیمار اور مسافر کو روزہ قضا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جو روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ رکھتا ہو، خواہ بڑھاپے کے باعث یا مستقل بیماری کی وجہ سے، اسے فدیہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ طَوَّعًا وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامٍ مَسْكِينٍ“ (البقرہ ۲: ۱۸۴) ”پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں، وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔“

قرآن مجید نے قیامت تک آنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے یا پھر ایسے راہنما اصول وضع کر دیے ہیں جن کے ذریعے تمام ادوار کے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔ روزے سے متعلق بھی احکامِ خداوندی میں بتایا گیا کہ روزہ رکھو، یہ تمہاری بہت سی جسمانی و نفسیاتی بیماریوں کا علاج ہے یا ان امراض کے خلاف جسمانی قوتِ مدافعت بڑھاتا ہے۔ پھر یہ حکم دیا کہ جنہیں عارضی مسئلہ درپیش ہے، جیسے اگر سفر پر جانا ہے یا پھر کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہے تو اس عارضی رکاوٹ کے ختم ہونے کے بعد روزے پورے کر لو۔ یہی حکم خواتین کے مخصوص ایام کے متعلق بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص

انتہائی بڑھاپے اور کمزوری کے باعث یا پھر کسی ایسی بیماری کے باعث جو بخار وغیرہ کی طرح وقتی نہیں ہے بلکہ مستقلاً انسان کو لگ گئی ہے اور روزہ رکھنے سے اس میں شدت کا اندیشہ ہے تو ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دینا ہوگا۔

موجودہ دور میں سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے۔ طبی تحقیقات کے باعث ہر قسم کی بیماری کو کم یا زیادہ کرنے والے عوامل سامنے آچکے ہیں۔ اس لیے مختلف بیماریوں میں مبتلا افراد کو ماہرین طب کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر سید اسلم اور ڈاکٹر شاہد اطہر نے مختلف بیماریوں کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں تفصیلاً بتایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱- ذیابیطس کے مریض جو انسولین استعمال کرتے ہیں، انھیں روزے نہیں رکھنے چاہئیں کیونکہ ان کی ذیابیطس کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے برعکس انسولین نہ لینے والے مریضوں کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ایسے مریض جو صرف خوراک سے ذیابیطس کو کنٹرول کر رہے ہیں، وہ روزہ رکھ سکتے ہیں۔ ان کے مرض پر روزہ اچھے اثرات مرتب کرتا ہے۔ ۲- دے کے مریض جن کا مرض معمولی ہے، وہ تکلیف کی صورت میں بغیر روزہ توڑے سانس کے ساتھ والی ادویہ (inhaler) استعمال کر سکتے ہیں، یا دیر پا اثر والی دوائیں افطار کے بعد اور سحری سے قبل لے سکتے ہیں۔ ۳- بلند فشار خون (high blood pressure) اور دل کے ایسے مریض، جو خون پتلا کرنے والی ادویہ استعمال کرتے ہیں، ان کے لیے طویل الاثر دوا کفایت کر سکتی ہے اور وہ روزہ رکھ سکتے ہیں، کیونکہ روزے سے وزن میں کمی واقع ہوگی اور بلڈ پریشر بھی کم رہے گا۔ تاہم ان مریضوں کو ڈاکٹر کے مشورے سے روزہ رکھنا چاہیے۔ لیکن شدید ہائپر ٹینشن اور امراض قلب میں مبتلا مریضوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

۴- جن لوگوں کے گردوں کے فعل میں کمی آگئی ہے، ان میں روزہ رکھنے سے پانی کی کمی ہو سکتی ہے۔ جن مریضوں کے گردے خراب ہو چکے ہیں اور ان کے خون کی ڈیالیسس (dialysis) ہوتی رہتی ہے، ان میں دو ڈیالیسس کے درمیانی وقفہ میں پوٹاشیم میں اضافہ اور وزن میں زیادتی ہو سکتی ہے، جسم کے تیزاب میں بھی اضافے کا امکان ہے۔ اگر یہ لوگ رات کو زیادہ کھالیں گے تو وزن بڑھ کر نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ ان افراد کو روزے نہیں رکھنے چاہیں۔ جن کا گردہ تبدیل ہو چکا ہے اور اس کا فعل درست ہے، ان کو روزے سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا لیکن انھیں اپنے معالج سے مشورہ کر لینا چاہیے۔

۵- مرگی کے مریضوں کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ ۶- درد گردہ اور معدے کے السر میں مبتلا افراد کے لیے روزے رکھنا مناسب نہیں، کیونکہ پانی کی کمی کے باعث گردے میں درد ہونے کا احتمال ہے۔ اسی طرح السر کے مریض بھی خالی معدے کی حالت میں زیادہ تکلیف سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ ۷- بوڑھے افراد جو دماغ کی رگوں کے مرض میں مبتلا ہیں، ان میں روزے سے اشیا کو شناخت کرنے کی صلاحیت گھٹ سکتی ہے۔ ۸- حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں روزے نہ رکھیں کیونکہ حاملہ خواتین میں خون کی گلوکوز اور انسولین میں کمی ہو جاتی ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کے جسم میں پانی کی کمی ہو سکتی ہے۔ نمک اور یورک ایسڈ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ماں کے دودھ کی لیکٹوز (شکر)، سوڈیم اور پوٹاشیم میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ اس لیے بچے کی صحت قائم رکھنے کے لیے روزہ نہ رکھا جائے۔ (بہ شکر یہ معارف، اعظم گڑھ، بھارت، اگست ۲۰۱۰ء)

لڑکیوں کا ارتداد اور ہماری ذمہ داریاں

محمد ناصر ندوی پرتاپ گڑھی

امت مسلمہ آج جن فکری، تہذیبی اور دینی آزمائشوں سے دوچار ہے، ان میں ایک نہایت نازک، دردناک اور تشویشناک مسئلہ مسلمان لڑکیوں کا ارتداد ہے۔ یہ مسئلہ محض کسی ایک فرد کے دین تبدیل کرنے تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کے اثرات خاندان، معاشرہ اور آنے والی نسلوں تک پھیل جاتے ہیں۔ ارتداد دراصل ایمان جیسی عظیم نعمت سے محرومی ہے، اور یہ محرومی اس وقت مزید المناک صورت اختیار کر لیتی ہے جب اس کا تعلق ہماری بیٹیوں سے ہو، جو آئندہ نسلوں کی امین اور معاشرے کی معمار ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے ارتداد کی سنگینی کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَمَنْ يَزِدْكَ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“
(البقرة: 217) ترجمہ: ”اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے، پھر کفر کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔“

یہ آیت اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ ارتداد محض ایک وقتی لغزش نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی مکمل بربادی کا سبب ہے۔ اگر ہم گہرائی سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ لڑکیوں کے ارتداد کے پیچھے سب سے بڑا سبب دینی تربیت کا فقدان ہے۔ بہت سی بچیاں مسلمان گھرانوں میں تو پیدا ہوتی ہیں، مگر ان کی پرورش اسلام کی روح کے ساتھ نہیں ہو پاتی۔ دین ان کے لئے ایک زندہ حقیقت کے بجائے چند رسومات اور تہواروں کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”كُلُّ مَوْلُو دِيُولَدَ عَلَي الْفِطْرَةِ“ (صحیح بخاری: 1358، صحیح مسلم: 2658) ترجمہ: ”ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔“ جب اس فطرت کی صحیح آبیاری نہ کی جائے تو بیرونی اثرات اسے آسانی سے بدل دیتے ہیں۔

خاندانی غفلت اور والدین کے قول و عمل کا تضاد بھی ایک اہم سبب ہے۔ جب والدین زبان سے دین کی بات کریں مگر خود اس پر عمل نہ کریں تو بچیوں کے ذہن میں دین کی سچائی مشکوک ہو جاتی ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگتی ہیں کہ دین صرف کہنے کی چیز ہے، جینے کی نہیں۔ اسی طرح بعض گھروں میں بے جا سختی، جبر، یا نا انصافی بھی بچیوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیتی ہے، اور وہ دین کو اپنی محرومیوں کا سبب سمجھ بیٹھتی ہیں۔

تعلیمی اداروں کا ماحول، خاص طور پر غیر اسلامی اور سیکولر نظام تعلیم، اس مسئلے کو مزید سنگین بنا دیتا ہے۔ ایسے اداروں میں مذہب کو ذاتی معاملہ یا پس ماندگی کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مادہ پرستی، آزادی فکر کے نام پر بے راہ روی، اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید بچیوں کے ذہنوں میں آہستہ آہستہ راسخ ہو جاتی ہے۔ پرنٹ اور سوشل میڈیا اس عمل کو تیز کر دیتے ہیں، جہاں فلموں، ڈراموں اور ڈیجیٹل مواد کے ذریعے غیر اسلامی طرز زندگی کو حسین اور دلکش بنا کر دکھایا جاتا ہے،

جبکہ حیا، پردہ اور وفاداری کو دنیا نویسیت قرار دیا جاتا ہے۔

آج کل زیادہ تر محبت اور شادی کے نام پر فریب بھی ارتداد کا ذریعہ بن رہا ہے۔ جذباتی کمزوری، تنہائی، یا خاندانی توجہ کی کمی کے سبب بچی کسی کے جال میں پھنس جاتی ہے اور وقتی تعلق یاد باؤ کے نتیجے میں ایمان جیسی قیمتی دولت کھو بیٹھتی ہے۔ یہ ایک المیہ ہے جو ہمیں جھنجھوڑتا ہے کہ ہم نے اپنی بچیوں کے دلوں کو کس قدر غیر محفوظ چھوڑ دیا ہے۔ اس نازک صورتحال میں سب سے پہلی اور بنیادی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا واضح حکم ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَفُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا** (التحریم: 6) ترجمہ: ”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔“

یہ حفاظت صرف جسمانی نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور دینی بھی ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ بچیوں کے دل میں اللہ، رسول ﷺ اور اسلام کی محبت بٹھائیں، محض خوف یا رسمی پابندیاں نہ لگائیں۔ بچیوں کے سوالات کو دباننا نہیں بلکہ سمجھ داری سے سننا چاہئے۔ آج کی نسل سوال کرتی ہے، اور اگر اسے گھر میں جواب نہ ملے تو وہ باہر تلاش کرتی ہے، جہاں اکثر گمراہی اس کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ نرمی، حکمت اور اعتماد کے ساتھ مکالمہ ہی وہ راستہ ہے جو دلوں کو جوڑتا اور ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“** (سنن ابن ماجہ: 224) ترجمہ: ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“ یہ فرض مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہے، اور خاص طور پر آج کے فتنہ خیز دور میں دینی علم کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔

علماء، مدارس، اساتذہ اور پورے معاشرے کی بھی بھاری ذمہ داری ہے۔ خاموشی، مصلحت یا محض وقتی رد عمل اس مسئلے کا حل نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سنجیدہ فکری رہنمائی فراہم کی جائے، بچیوں کے لئے محفوظ تعلیمی و تربیتی ماحول فراہم کیا جائے، اور دین کو آسان، قابل فہم اور قابل عمل بنا کر پیش کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ ہمارے لئے روشن مثال ہے۔ آپ ﷺ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور ان کی عزت و تکریم کو ایمان کا حصہ قرار دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **”خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ“** (سنن ترمذی: 3895) ترجمہ: ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو۔“

یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ لڑکیوں کا ارتداد محض ان کا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ ہماری اجتماعی ناکامی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم نے اپنی بیٹیوں کو ایمان کی روشنی، اعتماد کی پناہ اور دینی شناخت کی طاقت نہ دی تو دنیا کی کوئی دیوار انہیں فتنوں سے نہیں بچا سکتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دین کو نعرہ نہیں بلکہ زندگی بنائیں، اور اپنی بچیوں کو بوجھ نہیں بلکہ اللہ کی امانت سمجھ کر ان کی صحیح دینی و اخلاقی پرورش کریں۔ یہی ہماری اصل ذمہ داری ہے اور یہی اس آزمائش سے نجات کا راستہ ہے۔

زکوٰۃ: احکام و مسائل

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ

تعریف: زکوٰۃ مال کے اُس خاص حصے کو کہتے ہیں جس کو خدا کے حکم کے موافق فقیروں، محتاجوں وغیرہ کو دے کر انہیں مالک بنا دیا جائے۔

حکم: زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے اس کی فرضیت ثابت ہے جو شخص زکوٰۃ فرض ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

شرطیں: مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ ہونا، نصاب کا مالک ہونا، نصاب کا اپنی حاجتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہوا ہونا اور مالک ہونے کے بعد نصاب پر ایک سال گزر جانا زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں ہیں۔

پس کافر، غلام، مجنون اور نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اسی طرح جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا مال تو نصاب کے برابر ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے یا مال سال بھر تک باقی نہیں رہا، تو ان حالتوں میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

کس کس مال میں زکوٰۃ فرض ہے: (۱) مال تجارت میں (۲) سونے اور چاندی میں (۳) سونے چاندی سے بنی ہوئی تمام چیزوں میں، جیسے اشرفی، روپے، زیور، برتن، گوٹہ، ٹھپہ، آرائشی سامان وغیرہ، ان سب میں زکوٰۃ فرض ہے۔

نوٹ: سرکاری نوٹ (روپیہ پیسہ) رسید کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے کے نوٹ ہیں اتنی رقم آپ کی سرکاری بینک میں جمع ہے۔ پس اگر یہ رقم بقدر نصاب ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

جواہرات: سچے موتی یا جواہرات پر زکوٰۃ فرض نہیں چاہے کتنی ہی مالیت کے ہوں البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے۔

برتن اور مکانات وغیرہ: تانبے وغیرہ کے برتن، کپڑے، مکان، دکان، کارخانہ، کتابیں، آرائشی سامان (جو سونے چاندی کا نہ ہو) دستکاریوں کے اوزار، خواہ وہ کسی قیمت کے ہوں، خواہ ان سے کرایہ آتا ہو، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تجارت کی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مال تجارت: جو مال بیچنے اور نفع کمانے کے لیے ہو وہ مال تجارت ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو، یہاں تک کہ اینٹیں پتھر، مٹی کے برتن، گھاس پھوس، اگر ان کی تجارت کی جاتی ہے تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

نصاب کسے کہتے ہیں: جن مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے ان کی شریعت نے خاص خاص مقدار مقرر کر دی ہے جب اتنی مقدار کسی کے پاس پوری ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ پس نصاب مال کی اُس خاص مقدار کو کہتے ہیں جس پر

شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔

چاندی کا نصاب اور اس کی زکوٰۃ: چاندی کا نصاب باون تولہ چھ ماشہ ہے، اور انگریزی روپیہ کے وزن سے جو ساڑھے گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے ۵۴ تولہ ۲ ماشہ اور جبکہ زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ دینا فرض ہوتا ہے تو ۵۴ تولہ ۲ ماشہ کی زکوٰۃ ایک تولہ چار ماشہ دورتی چاندی ہوگی۔

سونے کا نصاب اور اس کی زکوٰۃ: سونے کا نصاب سات تولے چھ ماشہ سونا ہوتا ہے۔ اس کی زکوٰۃ دو ماشہ دورتی سونا ہوتی۔

تجارتی مال کا نصاب: سونے چاندی سے تجارتی مال کی قیمت لگاؤ پھر اگر اس کی مالیت نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو چاندی یا سونے کا نصاب قائم کر کے اُس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرو۔

اصل کے بجائے قیمت: (۱) اصل فرض تو یہ ہے کہ جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دو۔ مثلاً اگر غلہ کی تجارت ہے تو تجارتی غلہ کا جس قدر اسٹاک ہے اُس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دے دو۔ باقی یہ بھی جائز ہے اور ضرورت مندوں کی سہولت اگر اسی میں ہے تو یہی بہتر ہے کہ اس کی قیمت دے دو۔

(۲) اسی طرح اگر تمہارے پاس چاندی کے زیور یا برتن ہیں جن کا وزن مثلاً سوتولہ ہے تو فرض تو یہ ہے کہ ڈھائی تولہ چاندی دے دو۔ لیکن اگر ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کا کپڑا یا غلہ خرید کر دے دو وہ بھی جائز ہے۔

(۳) اس موقع پر آنحضرت کا یہ ارشاد یاد رکھو کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہتر اور افضل وہ ہے جو ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق ہو اور جس میں اُس کا نفع زیادہ ہو۔ مثلاً جو بھوکا ہے اس کو غلہ دو، ننگے کو کپڑا دو۔ اگر بھوکے ننگے کو کسی تاجر نے کتا میں دے دیں تو اس کی زکوٰۃ تو ادا ہو جائے گی مگر ضرورت مند کی ضرورت پوری نہ ہوگی وہ اپنی ضرورت پوری کرنا چاہے گا تو ان کتابوں کو آدھی تہائی قیمت پر بیچے گا، اس سے اس کا نقصان ہوگا۔

اُدھورے نصاب: (۱) کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی ہے اور تھوڑا سا سونا، دونوں میں سے نصاب کسی کا پورا نہیں ہے تو اس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی کا نصاب پورا ہو جائے تو اُس کی زکوٰۃ دو، اور دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۲) اگر کسی کے پاس صرف تین چار تولہ سونا ہے۔ اُس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے لیکن چاندی یا چاندی کی کوئی بھی چیز اس کے پاس نہیں ہے تو اس صورت میں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (۳) کسی کے پاس کچھ تجارتی مال ہے جو نصاب کے برابر نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ سونا یا چاندی بھی اس کے پاس ہے تو اگر سب کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

زکوٰۃ کسب ادا کی جائے: (۱) جب بقدر نصاب مال پر جو تمہاری ملک میں آیا ہے چاند کے حساب سے سال پورا ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کر دو، دیر لگانا اچھا نہیں ہے۔ (۲) ہاں اگر بقدر نصاب مال کے مالک ہونے کے بعد اگر سال

گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دو تو یہ بھی جائز ہے۔

نیت: جب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دو یا کم از کم زکوٰۃ کی رقم علیحدہ کر کے رکھو، اُس وقت یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ یہ مال میں زکوٰۃ میں دیتا ہوں یا زکوٰۃ کے لیے علیحدہ کرتا ہوں۔ اگر زکوٰۃ کا خیال نہیں تھا اور کسی کو روپیہ دے دیا، دینے کے بعد اُس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا لیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اسی طرح کسی کو قرض دیا تھا اب اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا کر معاف کرنا چاہتے ہو تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر اداء قرض میں اس کی امداد کرنی ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اتنی رقم اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دے دو پھر اُس سے اپنے قرض میں یہ رقم وصول کر لو۔ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے بلکہ اگر زکوٰۃ کی نیت کر کے کسی غریب کو انعام کے طور پر یا کسی مفلس کے بچوں کو عیدی کے نام سے رقم دے دی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

مصارف زکوٰۃ: فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا سا مال و اسباب ہے لیکن نصاب کے برابر نہیں۔ مسکین یعنی جس شخص کے پاس کچھ بھی نہیں۔ قرضدار یعنی وہ شخص جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو اور اس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدر نصاب کوئی مال نہ ہو۔ مسافر جو حالت سفر میں تنگ دست رہ گیا ہو اسے بقدر حاجت زکوٰۃ دے دینا جائز ہے۔ کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں: (۱) مالدار کو یعنی اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے۔ (۲) سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔ اُن کی اگر خدمت کرنی ہے تو زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور رقم بطور ہدیہ پیش کیجئے۔ (۳) اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانائانی وغیرہ جو ان سے اوپر کے ہوں۔ (۴) بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ جو ان سے نیچے ہوں۔ (۵) خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ (۶) غیر مسلم (۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد۔ ان تمام لوگوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔

کن کاموں میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے: جن کاموں میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا جائے۔ اُن میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے میت کے گور و کفن میں لگا دینا یا میت کا قرض ادا کرنا یا مسجد کی تعمیر یا مدرسہ کی تعمیر، مسجد یا مدرسہ کا فرش، لوٹوں یا پانی یا چٹائی وغیرہ یا کتب خانہ کے لیے خرید کتب پر زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں۔

طلبہ علوم: ہاں ضرورت مند طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مدرسوں کے مہتمم صاحبان کو اس غرض سے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں، زکوٰۃ دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کن کو دینا افضل ہے: اوّل اپنے ایسے رشتہ داروں کو جن کا نفقہ خرچہ آپ کے ذمہ نہیں ہے جیسے بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجیاں، چچا، بھوپتی، خالہ، ماموں، ساس، سُسر، داماد وغیرہ میں سے جو حاجت مند اور مستحق ہوں، انہیں دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں میں سے جو زیادہ حاجت مند ہو اُسے دینا افضل ہے۔ پھر جس کے دینے میں دین کا زیادہ نفع ہو جیسے علم دین کے طالب علم۔

صدقۃ الفطر

محمود حسن

عید الفطر قریب ہے، جو مسلمانوں کی خوشی اور اللہ کی مہمانی کا دن ہے، اس دن ہر شخص مسرور ہوتا ہے اور اس خوشی کے اظہار کے لیے وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے میں فراخی کرتا ہے، شریعت اسلامیہ اس بات کی متقاضی ہے کہ جس طرح یہ دن صاحب ثروت اور غنی مسلمانوں کے لیے خوشیوں کا سامان مہیا کرتا ہے، اسی طرح فقراء و مساکین بھی اپنے غموں کو بھول کر ان مسلمانوں کے ساتھ اس بابرکت دن کی خوشیوں میں شریک ہوں، لہذا اسی مناسبت سے شریعت اسلامیہ نے صدقۃ فطر کا حکم دیا ہے اور باقاعدہ اس کے فضائل و فوائد عظیمہ کو بیان کیا ہے، جو مندرجہ ذیل احادیث و عبارات سے واضح ہیں۔

”فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر طهراً للصيام من اللغو والرفث وطعمة للمساكين، فمن اداها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولة، ومن اداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقة“ (ابوداؤد)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ فطر روزے داروں کو بے کار اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی اور مساکین کو کھلانے (یعنی ان کی مدد وغیرہ) کے لیے مقرر فرمایا، پس جس نے اس کو عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیا تو یہ مقبول صدقۃ فطر ہے اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقہ ہے (یعنی عید کی نماز سے پہلے ادا کیے گئے صدقہ کے برابر فضیلت نہیں رکھتا)۔

”صوم شهر رمضان معلق بين الماء والأرض، لا يرفع إلا بزكاة الفطر“ (التريغيب والترهيب)

(رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق (لٹکے) رہتے ہیں، جنہیں (اللہ کی طرف) صدقۃ فطر کے بغیر نہیں اٹھایا جاتا۔)

جس طرح حدیث پاک میں گزرا کہ صدقۃ فطر کی بدولت روزے اللہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، اسی طرح علمائے کرام فرماتے ہیں کہ: ”قالوا: وفي إخراجها قبول الصوم، والنجاح، والفلاح، والنجاة من سكرات الموت، وعذاب القبر“ (طحطاوی علی مرقی الفلاح)

(علمائے فرمایا کہ صدقۃ فطر کی ادائیگی سے روزے قبول ہوتے ہیں اور مشکل آسان ہوتی ہے اور کامیابی ملتی ہے اور موت کی سختی اور قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔)

مذکورہ احادیث و عبارات سے معلوم ہوا کہ صدقۃ فطر ادا کرنے سے یہی نہیں کہ صرف شرعی حکم پورا ہو جاتا ہے، بلکہ اس کے اور بھی بے شمار دنیا و آخرت کے فوائد ہیں، ظاہر ہے کہ اکثر انسان سے روزے میں بھول چوک یا کوئی خطا دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہو جاتی ہے، لیکن ہمارا یہ صدقۃ فطر اس کی تلافی کا انتظام کر دیتا ہے۔ اسی طرح و فقراء وہ مساکین جو نئے جوڑے اور کپڑے تو درکنار، اپنی دن بھر کی خوراک وغیرہ کا بھی انتظام نہیں کر سکتے، ان کے لیے خوراک وغیرہ کا انتظام ہو

جاتا ہے اور وہ بھی کسی درجے میں عام مسلمانوں کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے انسان کے رزق میں برکت ہوتی ہے، مشکل آسان ہوتی ہے، کامیابی ملتی ہے، موت کی سختی دور ہوتی ہے اور قبر کی منزل آسان ہو جاتی ہے اور عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ گویا صدقہ فطر کی ادائیگی سے وہ امور جو قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

صدقہ فطر کی کیفیت: صدقہ فطر اسی شخص پر واجب ہے جو آزاد اور مسلمان ہو اور ایسے نصاب کا مالک ہو، جو اس کی اصلی حاجتوں سے زائد ہو اور اس کے نصاب میں زکوٰۃ کے نصاب کی طرح مال کا بڑھنا شرط نہیں اور نہ ہی اس پر سال گزرنا شرط ہے اور اسی قسم کے نصاب سے قربانی اور اقارب کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ (مراتی الفلاح: 732)

واضح رہے کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر صدقہ فطر بھی واجب ہے، لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں تو سونا، چاندی، نقدی یا مال تجارت کا ہونا ہی ضروری ہے، جب کہ صدقہ فطر میں ان چار مالوں کے علاوہ بھی ہر قسم کا مال نصاب میں شامل ہوتا ہے، البتہ ایک چیز ان دونوں نصابوں میں مشترک ہے کہ روزمرہ کی ضرورتوں سے زائد ہو اور قرضے سے بچا ہوا ہو۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے پاس روزمرہ کے استعمال کے کپڑوں کے علاوہ اور کچھ کپڑے بھی رکھے ہوں، یا ضرورت سے زائد تانبے، اسٹیل، چینی وغیرہ کے برتن، ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا یا اسی طرح تزیین و آرائش کا وہ سامان جو استعمال نہیں کیا جاتا، وہ بھی نصاب میں شامل کیا جائے گا، اب اگر ان تمام چیزوں کی قیمت نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو جاتی ہے، تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہوگی، لیکن صدقہ فطر واجب ہوگا، اگرچہ وہ عید کے دن طلوع فجر ہونے سے پہلے ہی کیوں نہ ہو۔ (تبيين الحقائق: 133/2)

صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم صرف مال داروں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ فقراء کو بھی صدقہ فطر ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ”غنی بھی صدقہ فطر ادا کرے اور فقیر بھی صدقہ دے“ پھر ان دونوں کے بارے میں فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ اس مال دار کو تو صدقہ فطر ادا کرنے کی وجہ سے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر (جو مالک نصاب نہ ہو) اس کو اس سے زیادہ عنایت فرماتا ہے، جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور پر دیا ہے۔“ یہ بشارت اگرچہ مال دار کے لیے بھی ہے، مگر اس کو فقیر کے ساتھ اس لیے خاص فرمایا کہ اس کی ہمت افزائی ہو۔ (مظاہر حق جدید: 58/2)

صدقہ فطر واجب ہونے کا وقت: صدقہ فطر عید الفطر کے روز صبح صادق طلوع ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے، پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس پر واجب نہ ہوگا اور جو شخص اس دن طلوع فجر کے بعد مرے تو اس پر یہ صدقہ واجب ہے، جو شخص اس سے پہلے پیدا ہوا ہو یا کافر تھا اور مسلمان ہو گیا اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور اگر اس کے بعد پیدا ہوا ہو یا مسلمان ہوا ہو تو اس پر واجب نہیں ہوگا، اس لیے کہ وجوب کے وقت وہ اس کا اہل نہیں تھا۔ (عالم گیر بیہ: 1/192)

صدقہ فطر ادا کرنے کا وقت: صدقہ فطر چاہے رمضان میں دے دیا جائے یا اس سے بھی پہلے دے دیا جائے

جائز ہے، اور اس میں تاخیر کی بھی گنجائش ہے کہ اگر یوم الفطر سے تاخیر کر دی یعنی عید الفطر کا دن گزر گیا اور صدقہ نہ دیا تو صدقہ فطر ساقط نہ ہوگا اور اس کا دینا اس پر واجب رہے گا، اس لیے کہ یہ مالی عبادت ہے جو واجب ہونے کے بعد ادائیگی کے بغیر ساقط نہیں ہوتی، صدقہ فطر عمر بھر میں جب بھی ادا کرے گا وہ ادا ہی کہلائے گا، قضاء کرنے والا نہیں کہلائے گا۔ (عالمگیریہ: 1/192)

لیکن مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے روز طلوع فجر کے بعد عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دے، تاکہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف تشریف لے جانے سے پہلے صدقہ فطر نکالتے تھے اور ہمیں حکم فرماتے تھے کہ ہم عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کریں، چنانچہ عید گاہ جانے سے قبل اسے تقسیم فرماتے تھے اور یہ فرماتے کہ: ”لوگوں کو اس روز در بدر پھرنے سے بے نیاز وغنی کر دو“۔ (صحیح البخاری: 1/204)

صدقہ فطر کی مقدار: صدقہ فطر چار قسم کی چیزوں میں ادا کرنا واجب ہے: گے ہوں، جو، کھجور، کشمش۔ گے ہوں میں نصف صاع، جو کہ پونے دو سیر بنتا ہے اور باقی تینوں میں ایک صاع، جو کہ ساڑھے تین سیر بنتا ہے، یا بعینہ یہی چیزیں دے دے، جیسا کہ دیہات وغیرہ میں یہ چیزیں با آسانی دستیاب ہوتی ہیں اور اگر یہ چیزیں موجود نہ ہوں، جیسا کہ شہر میں تو ان کی قیمت ادا کر دے، نیز آج کل لوگوں نے یہ رواج اپنا لیا ہے کہ صرف گے ہوں سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں کہ اس کی قیمت کم ہوتی ہے، اس میں حرج نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ مال دار لوگ کھجور اور کشمش وغیرہ کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کیا کریں، تاکہ فقراء کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو۔

صدقہ فطر کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟ (۱) صدقہ فطر اپنی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، عوام الناس میں ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر روزے رکھے گا تو صدقہ فطر ادا کرے گا، اگر نہیں رکھے گا تو صدقہ فطر بھی ادا نہیں کرے گا، واضح رہے کہ صدقہ فطر روزے نہ رکھنے سے ساقط نہیں ہوتا، روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں، صدقہ فطر کی ادائیگی بہر حال واجب ہے۔ (شامی: 2/361) (۲) بچے نابالغ بچے کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب ہے، البتہ نابالغ غنی لڑکے کا صدقہ اس کے اپنے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔ (عالمگیریہ: 1/193) (۳) والدین میں سے اگر کوئی فقیر ہو یا دماغی توازن برقرار نہ ہو تو اس کا صدقہ اولاد پر واجب ہوگا۔ (شامی: 2/369)

صدقہ فطر کن کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے؟ (۱) اگر بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر دے دیا تو ادا ہو جائے گا، بشرط کہ وہ اس کے عیال میں سے ہوں۔ (عالمگیریہ: 1/193) (۲) اپنے اہل و عیال کے علاوہ کسی اور کی طرف سے فطرہ ادا کرنا ان کی اجازت سے جائز ہے، چنانچہ اگر عورت نے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر فطرہ ادا کر دیا تو یہ جائز نہیں۔ (عالمگیریہ: 1/193)

فقہ و فتاویٰ

ادارہ

سوال..... صدقہ فطر کس پر واجب ہے اور کیسے دینا چاہئے؟ زکوٰۃ اور صدقہ فطر مسجد میں دے سکتے ہیں؟
جواب..... جس کے پاس ضرورت سے زائد بالکل فاضل چیزیں نصاب کے مقدار موجود ہوں اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوتا ہے اور جو شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق و مصرف ہو، وہی اس کا بھی مستحق و مصرف ہے، مسجد کے کسی کام میں زکوٰۃ و فطرہ دینا جائز نہیں اگر دیئے تو زکوٰۃ اور فطرہ ادا نہ ہوگا۔

سوال..... صدقہ فطر کا نصاب کیا ہے؟

جواب..... جو نصاب زکوٰۃ کا ہے، وہی صدقہ الفطر کا ہے۔ یعنی اگر کوئی نصاب زکوٰۃ کا مالک ہے، تو اس پر صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ اگر ادا نہ کریگا تو گنہگار ہوگا۔ خواہ اس نصاب پر سال گزرا ہو یا نہ گزرا ہو، بلکہ عید کے صبح صادق کے وقت ہی نصاب کا مالک ہو یا جو جب بھی صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر نصاب کا مالک عید کے دن نہیں ہے تو صدقہ ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر ادا کر دے تو بہت بہتر اور بڑا ثواب ہے۔

سوال..... صدقہ فطر کے وجوب کے لئے کیا زمین کی قیمت شمار ہوگی؟

جواب..... زمین کی قیمت شمار نہ ہوگی۔ بلکہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنے ہی وزن کا زیور یا اسکی قیمت کا روپیہ یا سامان تجارت یا ضرورت سے زائد اور فاضل پڑی ہوئی چیزوں کی قیمت جو نصاب زکوٰۃ کو پہنچتی ہو شمار ہوگی۔

سوال..... ایک شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔ لیکن اس کے اوپر صدقہ سے زیادہ قرض ہے۔ تو اس حالت

میں اس کو صدقہ دینا واجب ہوگا یا کہ نہیں؟

جواب..... ایسے شخص پر صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے۔

سوال..... زید اور ہندہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ زید اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میں تمہارا صدقہ فطر نہیں دوں گا کیونکہ وہ میرے اوپر واجب نہیں ہے۔ ہندہ کہتی ہے کہ نہ میرے پاس کوئی ذریعہ آمدنی ہے نہ باپ کا کوئی ترکہ ہے نہ کوئی ذاتی جائداد ہے اور نہ کوئی پسماندہ رقم ہے پھر میرے صدقہ فطر کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

جواب..... جب تک ساڑھے سات تولہ سونا یا اسی وزن کا سونے کا زیور یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسی وزن کا چاندی کا زیور یا اسی وزن کی چاندی کی قیمت کا روپیہ یا سامان تجارت یا ضرورت زندگی سے فاضل محض زائد چیزیں موجود نہ ہو، صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا پس اگر ہندہ پر اس قاعدہ کے مطابق صدقہ فطر واجب نہ ہو تو کسی سے ادائیگی کرانیکا بھی کوئی سوال نہیں اور اگر واجب ہے تو اس میں سے ادا کر دے۔ ورنہ کچھ نہ ادا کرے کوئی گناہ نہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ عورت کا صدقہ فطر

ادا کرنا شوہر کے ذمہ واجب نہیں۔ بلکہ خود عورت کے مال سے اگر واجب ہے تو اسی مال سے ادا کرے جو عورت کے پاس موجود ہے۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ صدقہ فطر واجب نہ ہو جب بھی ادا کر دے تو بڑی فضیلت اور ثواب کی بات ہے لیکن جب کچھ بھی ملکیت میں نہیں ہے تو کوئی غم نہ کرے اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں۔

سوال..... جس لڑکی کی شادی ہو چکی وہ اس وقت اپنے میکے میں آئی ہوئی ہے۔ اس کا صدقہ فطر والدین کے ذمہ ہے یا شوہر خسرو وغیرہ کے ذمہ ہے۔ نیز اگر والدین اس لڑکی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دیں تو صدقہ فطر ادا ہو جائے گا یا کہ نہیں؟

جواب..... لڑکی اگر بالغ ہے اور نقد یا زیور وغیرہ سے بقدر نصاب زکوٰۃ مالک ہے تو اس کا صدقہ فطر خود اس پر واجب ہے۔ ورنہ کسی پر واجب نہیں ہے، لیکن والدین اس کی اجازت سے اس کی طرف سے ادا کر دیں تو ادا ہو جائیگا۔

سوال..... زکوٰۃ کتنی عمر کے لوگوں پر واجب ہے؟

جواب..... زکوٰۃ بالغ پر واجب ہے، اور بلوغ کی خاص علامتیں مشہور ہیں، اگر لڑکا، لڑکی پندرہ سال کے ہو جائیں مگر کوئی علامت بلوغ کی ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر وہ بالغ تصور کئے جائیں گے۔

سوال..... چھوٹے بچوں کے نام سے ان کے مستقبل کے لئے جو رقم بینک میں جمع کرائی جاتی ہے یا مختلف تقریبات میں ان کو ملتی ہے، اور وہ بھی بینک میں جمع ہوتی ہے، جو کہ اس کی ملکیت تصور کی جاتی ہے، اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا مجھ پر فرض ہے یا نہیں؟

جواب..... جو رقم نابالغ بچی یا بچے کی ملکیت ہو اس پر اس کے بالغ ہونے تک زکوٰۃ نہیں ہے، بالغ ہونے کے بعد جب سال گزر جائے تب اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

سوال..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز عیدین کی صحت کا دار و مدار نماز فجر کی ادائیگی پر ہے، جس کسی نے نماز فجر نہیں پڑھی اس کی نماز عیدین نہ ہوگی کیا ایسا ہی ہے؟

جواب..... نماز عیدین کی صحت کا دار و مدار نماز فجر پڑھنے پر نہیں ہے، اگر کسی نے نماز فجر نہ پڑھی ہو جب بھی اس کی نماز عیدین ادا اور صحیح ہو جائے گی البتہ ایسا کرنا سخت برا ہے۔

سوال..... زید کہتا ہے کہ عید الفطر کے موقع پر گلے ملنا بدعت ہے درست کیا ہے؟

جواب..... عید پر مذہبی چیز سمجھ کر گلے ملنا یا مصافحہ کرنا یا اسکو رسوم عید کا مذہبی جزو قرار دینا یہ سب امور بدعت و ناجائز ہیں، ویسے اسی وقت کسی آنے والے سے ملاقات ہوئی اور معانقہ و مصافحہ کر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال..... عورتوں پر عیدین کی نماز واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو عید گاہ میں پڑھیں یا مکان میں؟

جواب..... عورتوں پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، عورتیں نہ تو عید گاہ میں جا کر پڑھیں نہ گھر پر۔

قصہ چہار درویش

از: میرامن دہلوی

قسط: ۸

سیر پہلے درویش کی: (گذشتہ سے پیوستہ)

آخر اس کو مصاحبت میں داخل کیا، اور خلعتیں طرح بہ طرح کی اور جواہر رنگ بہ رنگ کے پہنا کر دیکھا کرتی۔ بارے اُس کے نزدیک رہنے سے آنکھوں کو سکھ کلیجے کو ٹھنڈک ہوئی۔ ہر دم اُس کی خاطر داری کرتی، آخر کو میری یہ حالت پہنچی کہ اگر ایک دم کچھ ضروری کام کو میرے سامنے سے جاتا تو چین نہ آتا۔ بعد کئی برس کے وہ بالغ ہوا۔ میں بھینگے لگیں، چھب تختی درست ہوئی، تب اس کا چرچا ہونے لگا۔ دربان اور رَوَنے، میوڑے، باری دار، اور سیاول، چوب دار اُس کو محل کے اندر آنے جانے سے منع کرنے لگے۔ آخر اُس کا آنا موقوف ہوا، مجھے تو اس کے بغیر کل نہ پڑتی تھی، ایک دم پہاڑ تھا۔ جب یہ احوال ناامیدی کا سنا، ایسی بدحواس ہو گئی گویا مجھ پر قیامت ٹوٹی۔ اور یہ حالت ہوئی کہ نہ کچھ کہہ سکتی ہوں، نہ اُس بن رہ سکتی ہوں۔ کچھ بس نہیں چل سکتا، الہی کیا کروں! عجب طرح کا قلق ہوا، مارے بے قراری کے اُسی محلی کو (جو میرا بید تھا) بلا کر کہا کہ مجھے غورا اور پرداخت اس لڑکے کی منظور ہے، بالفعل صلاح وقت یہ ہے کہ ہزار اشرفی پونجی دے کر چوک کے چوراہے میں دکان جوہری کی کروادو، تو تجارت کر کے اُس کے نفع سے اپنی گزران فراغت سے کیا کرے۔ اور میرے محل کے قریب ایک حویلی اچھے نقشے کی رہنے کے لیے بنا دو۔

لوندی غلام نوکر چا کر جو ضرور ہوں، مول لے کر اور درماہ مقرر کر کے اُس کے پاس رکھوادو کہ سو طرح بے آرام نہ ہو۔ خواجہ سرائے اُس کی بود و باش کی اور جوہری پنے اور تجارت کی سب تیاری کر دی۔ تھوڑے عرصے میں اس کی دکان ایسی چمکی اور نمود ہوئی کہ جو خلعتیں فاخرہ اور جواہر پیش قیمت سرکار میں پادشاہ کی اور امیروں کی درکار و مطلوب ہوتے، اُسی کے یہاں بہم پہنچتے۔ آہستہ آہستہ یہ دکان جمی کہ جو تحفہ ہر ایک ملک کا چاہیے، وہیں ملے، سب جوہریوں کا روزگار اُس کے آگے مندا ہو گیا۔ غرض اُس شہر میں کوئی برابری اُس کی نہ کر سکتا، بلکہ کیس ملک میں ویسا کوئی نہ تھا۔

اسی کاروبار میں اُس نے تو لاکھوں رُپی کمائے، پر جدائی اُس کی روز بروز نقصان میرے تن بدن کا کرنے لگی۔ کوئی تدبیر نہ بن آئی کہ اُس کو دیکھ کر اپنے دل کی تسلی کروں۔ ندان صلاح کی خاطر اُسی واقف کار محلی کو بلایا اور کہا کہ کوئی ایسی صورت بن نہیں آتی کہ ذرا اس کی صورت میں دیکھوں اور اپنے دل کو صبر دوں۔ مگر یہ طرح ہے کہ ایک سرنگ اُس کی حویلی سے کھدا کر محل میں ملوادو۔ حکم کرتے ہی تھوڑے دنوں میں ایسی نقب تیار ہوئی کہ جب سانجھ ہوتی چپکے ہی وہ خواجہ سرائے جو ان کو اسی راہ سے لے آتا۔ تمام شب شراب و کباب و عیش و عشرت میں کٹتی، میں اس کے ملنے سے آرام

پاتی، وہ میرے دیکھنے سے خوش ہوتا۔ جب فجر کا تارا نکلتا اور مؤذن اذان دیتا، محلّی اسی راہ سے اُس جوان کو اُس کے گھر پہنچا دیتا۔ ان باتوں سے سوائے اُس خوبے کے اور دودائیوں کے (جنہوں نے مجھے دودھ پلایا اور پالاکھا) چوتھا آدمی کوئی واقف نہیں تھا۔ مدت تک اسی طرح سے گزری۔ ایک روز یہ اتفاق ہوا کہ موافق معمول خواجہ سرا جو اُس کو بلانے گیا، دیکھے تو وہ جوان فکر مند سا چُپکا بیٹھا ہے۔ محلّی نے پوچھا آج خیر ہے کیوں ایسے دل گیر ہو رہے ہو؟ چلو حضور میں یاد فرمایا ہے۔

اُس نے ہرگز کچھ جواب نہ دیا، زبان نہ ہلائی۔ خواجہ سرا اپنا منہ لے کر اکیلا پھر آیا اور احوال اُس کا عرض کیا۔ میرے تین شیطان جو خراب کرے، اس پر بھی محبت اُس کی دل سے نہ بھولی، اگر یہ جانتی کہ عشق اور چاہ ایسے نمک حرام بے وفا کی آخر بدنام اور رُسوا کرے گی اور تنگ و ناموس سب ٹھکانے لگے گا تو اُسی دم اُس کام سے باز آتی اور توبہ کرتی، پھر اس کا نام نہ لیتی نہ اپنا دل اُس بے حیا کو دیتی۔ پر ہونا تو یوں تھا اس لیے حرکت بے جا اُس کی خاطر میں نہ لائی۔ اور اس کے نہ آنے کو معشوتوں کا چوچلا اور ناز سمجھا۔ اُس کا نتیجہ یہ دیکھا کہ اس سرگزشت سے بغیر دیکھے بھالے تو بھی واقف ہوا، نہیں تو میں کہاں اور تو کہاں؟ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اس خردمانی پر اُس گدھے کی خیال نہ کرو۔ دوبارہ خوبے کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر تو اس وقت نہیں آوے گا تو میں کسوں کسو ڈھب سے وہیں آتی ہوں، لیکن میرے آنے میں بڑی قباحت ہے۔ اگر یہ راز فاش ہو تو تیرے حق میں بہت بُرا ہے۔ تب ایسا کام نہ کر جس سے سوائے رُسوائی کے اور کچھ پھل نہ ملے۔ بہتر یہی ہے کہ جلد چلا آئیں تو مجھے پہنچا جان۔ جب یہ سندیا گیا اور اشتیاق میرا نپٹ دیکھا، بھونڈی سی صورت بنائے ہوئے نازخزے سے آیا۔

جب میرے پاس بیٹھا تب میں نے اُس سے پوچھا کہ آج رکاوٹ اور خفگی کا کیا باعث ہے؟ اتنی شوخی اور گستاخی تو نے کبھونہ کی تھی، ہمیشہ بلا عذر حاضر ہوتا تھا۔ تب اُس نے کہا کہ میں گم نام غریب حضور کی توجہ اور دامن دولت کے باعث اس مقدور کو پہنچا، بہت آرام سے زندگی کٹی ہے، آپ کی جان و مال کی دُعا کرتا ہوں، یہ تقصیر پادشاہ زادی کے معاف کرنے کے بھروسے اس گنہگار سے سرزد ہوئی، امیدوار عفو ہوں۔ میں تو جان و دل سے اُسے چاہتی تھی، اُس کی بناوٹ کی باتوں کو مان لیا اور شرارت پر نظر نہ کی، بلکہ پھر دل داری سے پوچھا کہ کیا تجھ کو ایسی مشکل کٹھن پیش آئی جو ایسا متفکر ہو رہا ہے؟ اس کو عرض کر، اُس کی تدبیر ہو جائے گی۔

غرض اُس نے اپنی خاکساری کی راہ سے یہی کہا کہ مجھ کو سب مشکل ہے آپ کے روبرو سب ہی آسان ہے۔ آخر اس کے فوائے کلام اور بت کھاؤ سے یہی کھلا کہ ایک باغ نہایت سرسبز اور عمارت عالی حوض تالاب کوئی پُختہ سمیت غلام کی حویلی کے نزدیک نافِ شہر میں بکاؤ ہے اور اُس باغ کے ساتھ ایک لونڈی بھی گائے کہ علمِ موسیقی میں خوب سلیقہ رکھتی ہے، یہ دونوں باہم بکتے ہیں نہ اکیلا باغ، جیسے اونٹ کے گلے میں بلی۔ جو کوئی وہ باغ لے وے اُس کینز کی قیمت بھی دے وے، اور تماشا یہ ہے کہ باغ کا مول پانچ ہزار روپے اور اس باندی کا بہا پانچ لاکھ۔ فدوی سے اتنے روپے

بالفعل سرانجام نہیں ہو سکتے۔ میں نے اس کا دل بہت بے اختیار شوق میں اُن کی خریداری کے پایا کہ اسی واسطے دل حیران اور خاطر پریشان تھا۔ باوجودے کہ رُو برو میرے بیٹھا تھا، تب بھی اُس کا چہرہ ملین اور جی اُداس تھا۔ مجھے تو خاطر داری اُس کی ہر گھڑی اور ہر پل منظور تھی، اُسی وقت خواجہ سرا کو حکم کیا کہ کل صبح کو قیمت اُس باغ کی لونڈی سمیت چُکا کر قبالہ باغ اور خط کنیزک کا لکھوا کر اس شخص کے حوالے کرو اور مالک کو زر قیمت خزانہ عامرہ سے دلوادو۔

اس پرواگی کے سنتے ہی جوان نے آداب بجالایا اور منہ پر روہٹ آئی۔ ساری رات اُسی قاعدے سے جیسے ہمیشہ گزرتی تھی، ہنسی خوشی سے کٹی۔ فجر ہوتے ہی وہ رخصت ہوا، خوب نے موافق فرمانے کے اُس باغ اور لونڈی کو خرید کر دیا، پھر وہ جوان رات کو موافق معمول کے آیا جایا کرتا۔ ایک روز بہار کے موسم میں کہ مکان بھی دل چسپ تھا، بدلی گھمنڈ رہی تھی، پھونھیاں پڑ رہی تھیں، بجلی بھی کوندھ رہی تھی، اور ہو انرم نرم بہتی تھی، غرض عجب کیفیت اُس دم تھی۔ جو نہیں رنگ بہ رنگ کے حباب اور گلابیاں طاقوں پر چُنی ہوئی نظر پڑیں۔

دل لپچایا کہ ایک گھونٹ لوں، جب دو تین پیالوں کی نوبت پہنچی و نہیں خیال اُس باغ نو خرید کا گزرا۔ کمال شوق ہوا کہ ایک دم اس عالم میں وہاں کی سیر کیا چاہیے۔ کم بختی جو آوے، اونٹ چڑھے کتا کاٹے۔ اچھی طرح بیٹھے بٹھائے ایک دائی کو ساتھ لے کر سرنگ کی راہ اُس جوان کے مکان کو گئی، وہاں سے باغ کی طرف چلی۔ دیکھا تو ٹھیک اُس باغ کی بہار بہشت کی برابری کر رہی ہے۔ قطرے مینھ کے درختوں کے سرسبز پتوں پر جو پڑے ہیں، گویا زمر کی پڑیوں پر موتی جڑے ہیں، اور سُرخ پھولوں کی اُس ابر میں ایسی چمچی لگتی ہے جیسے شام میں شفق پھولی ہے اور نہریں لبالب مانند فرش آسینے کے نظر آتی ہیں اور موجیں لہراتی ہیں۔

غرض اُس باغ میں ہر طرف سیر کرتی پھرتی تھی کہ دن ہو چکا، سیاہی شام کی نمودار ہوئی۔ اتنے میں وہ جوان ایک روش پر نظر آیا، اور مجھے دیکھ کر بہت ادب اور گرم جوشی سے آگے بڑھ کر میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر دھر کر بارہ دری کی طرف لے چلا۔ جب وہاں میں گئی تو وہاں کے عالم نے سارے باغ کی کیفیت کو دل سے بھلا دیا۔ یہ روشنی کا ٹھاٹھ تھا جا بجا مقمے سرد چراغاں کنول اور فانوس خیال شمع مجلس حیران اور فانوسیں روشن تھیں کہ شبِ برات باوجود چاندنی اور چراغاں اُس کے آگے اندھیری لگتی۔ ایک طرف آتش بازی پھلجھڑی انار داؤدی بھچپنا مروارید مہتابی ہوائی چرنی ہتھ پھول جاہی جوہی پٹانے ستارے چھٹتے تھے۔ اس عرصے میں بادل پھٹ گیا اور چاند نکل آیا بعینہ جیسے نافرمانی جوڑا پہنے ہوئے کوئی معشوق نظر آجاتا ہے۔ بڑی کیفیت ہوئی چاندنی چھٹکتے ہی جوان نے کہا کہ اب چل کر باغ کے بالا خانے پر بیٹھیے۔ میں ایسی احمق ہو گئی تھی کہ جو وہ گنوڑا کہتا سو میں مان لیتی، اب یہ نایاب نچایا کہ مجھ کو اوپر لے گیا۔ وہ کوٹھا ایسا بلند تھا کہ تمام شہر کے مکان اور بازار کے چراغاں گویا اُس کے پائیں باغ تھے۔ میں اُس جوان کے گلے میں بانہہ ڈالے ہوئے خوشی کے عالم میں بیٹھی تھی۔ اتنے میں ایک رنڈی نہایت بھونڈی سی، صورت نہ شکل چولھے میں سے نکل، شراب کا شیشہ ہاتھ میں لئے ہوئے آ پہنچی۔ مجھے اُس وقت اُس آناپ بُرا لگا اور اُس کی صورت دیکھنے سے دل میں ہول اُٹھی۔ (جاری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف ۲۰۲۶ء

جَامِعَةُ السَّعَادَةِ

شاخدار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جَامِعَةُ السَّعَادَةِ الْبَنَاتِ

شاخدار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ



جامعۃ السعادة للدارین پبلک اسکول

کیرانہ شاملی یو پی

زیر انتظام: انجمن دعوت الی الحق (ٹرسٹ)

بانئى ومہتمم

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاس) شاملی روڈ، قصبہ کیرانہ، ضلع شاملی یو پی 247774

رابطہ نمبر: 9359602830 / 09319530768



ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبينا الكريم، اما بعد:

علم ہی روشنی ہے، علم ہی ترقی ہے اور علم ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کی کلید ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری عزّ اسمہ ہے:
 ”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ (اے پیغمبر! آپ کہیے کہ علم والے اور جہل والے
 کہیں برابر ہوتے ہیں)

اس مختصر سے جملے میں رب کریم نے بڑے واضح انداز میں اس حقیقت کو واضح فرما دیا ہے کہ وہی لوگ آگے بڑھ
 سکتے ہیں، ترقی کر سکتے ہیں، زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں اور باعزت و باوقار زندگی گزار سکتے ہیں، جن
 کے پاس علم ہوگا۔ جب کہ جہالت بربادی و ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنے والی ہے۔

ہمارے اسلاف نے یہی نہیں کہ اس حقیقت کو سمجھا، بلکہ علوم و فنون سے اپنے آپ کو اور اپنی نسل نو کو آراستہ بھی کیا،
 بہت سے علوم و فنون کے موجد بنے، اور اس کے فروغ کے دیپ جلا کر پورے عالم کو، علم اور تہذیب و تمدن سے روشن کیا، نتیجہً
 ملکوں اور سلطنتوں کے ساتھ، لوگوں کے دلوں پر بھی انھوں نے حکومت کی اور جہاں بھی پہنچے، ان کا وجود، علم اور تہذیب و تمدن
 کا مینارہ بن گیا۔

افسوس! موجودہ دور کے مسلمانوں نے اپنے اسلاف کی اس میراث کو چھوڑ کر، علم جیسی عظیم نعمت سے اپنے آپ کو
 محروم کر لیا ہے، اس کے پاس نہ علم دین باقی رہ گیا ہے اور نہ علم دنیا۔ نتیجہً ترقی کے دونوں زینوں سے محرومیت نے اسے نہ
 دین کا چھوڑا اور نہ دنیا کا۔ فیالاحسن۔

مسلمان اگر اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، زمانے میں عزت و وقار کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں، اپنے
 اندر بیداری لانا چاہتے ہیں، تو سب سے پہلے انھیں اپنے آپ کو اور اپنی نسل نو کو، زیورِ علم سے آراستہ کرنا ہوگا۔ دینی علوم
 سے بھی اور عصری علوم سے بھی۔

اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں میں اس وقت جو کچھ دینی تشخص اور اسلامی تہذیب و تمدن باقی
 ہے، اس میں مدارس اسلامیہ کا بہت بڑا اور اہم کردار ہے، اگر یہ مدارس جگہ جگہ شمعِ علم جلانے ہوئے موجود نہ ہوتے، تو آج
 امت مسلمہ الحاد و بے دینی اور عقیدے کی گمراہی میں نہ جانے کہاں جا چکی ہوتی۔

مدارس اسلامیہ کے اسی سلسلے کی ایک سنہری کڑی ”جامعۃ السعادة، کیرانہ“ ہے۔ جو تقریباً اٹھارہ بیس سال سے علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت اور نو نہالان اسلام کی دینی و علمی اور فکری تربیت کر رہا ہے۔

جب کہ بچیوں کی تعلیم کے لئے الگ سے باقاعدہ ”جامعہ اسعاد البنات“ قائم ہے۔ جس کی اپنی مستقل تین منزلہ خوبصورت اور بچیوں کے اعتبار سے محفوظ اور ضروریات و سہولیات سے مزین مستقل عمارت ہے۔ جامعہ اسعاد البنات بھی باضابطہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے اور ندوۃ العلماء ہی کے نصاب و نظام کے مطابق دینیات کے ابتدائی درجات سے مکمل عالمیت (دورہ حدیث) تک کی تعلیم ہوتی ہے۔

ساتھ ہی علوم عصریہ (انگریزی، ہندی، حساب، کمپیوٹر) و دست کاری (سلائی، کڑھائی، امور خانہ داری) کی تعلیم کا بھی معقول بندوبست ہے۔ اس جامعہ میں بھی طالبات کی ایک بڑی تعداد دارالاقامہ میں مقیم رہ کر تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک اس کے علاوہ حالات و ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے، ۲۰۱۶ء سے بچوں و بچیوں کی عصری تعلیم کے لئے باضابطہ ”جامعۃ السعادة للدارین پبلک اسکول“ کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں مکمل اسلامی اصولوں کے تحت، فی الحال آٹھویں جماعت تک کی تعلیم کا باقاعدہ نظم ہے، جب کہ امید ہے کہ جلد ہی دسویں اور بارہویں جماعت تک کی منظوری مل جائے گی۔ اسکول میں عصری علوم کے ساتھ، اسلامی علوم: قرآن کریم اور اردو وغیرہ کی بھی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

مذکورہ تینوں اداروں کا مختصر تعارف اور اغراض و مقاصد وغیرہ کی تفصیلات پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت ان اداروں کی ضروریات کی تکمیل کا غیب سے انتظام فرمائے، اپنے مخلص اور مخیر بندوں کو دست تعاون بڑھانے کے لیے متوجہ فرمائے اور ہماری خدمات کو قبول فرمائے۔ (آمین)۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

محمد عرفان ثاقب قاسمی

۱۵ فروری ۲۰۲۶ء

جامعۃ السعادة کیرانہ ضلع شمالی یوپی

شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جامعۃ السعادة کیرانہ کا باضابطہ قیام مؤرخہ ۱۴۲۸ھ، مطابق ۲۰۰۷ء میں ہوا۔ ابتداء کرائے کی عمارت سے ہوئی، پھر آہستہ آہستہ زمین کی خریداری اور عمارتوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور آج بھم اللہ اہل ثروت مخیر حضرات کے تعاون سے جامعہ کی اپنی مستقل زمین ہے، جس پر طلبہ کے لئے رہائشی کمروں، درس گاہوں اور ایک بڑے ہال پر مشتمل دو منزلہ انتہائی دیدہ زیب و خوش نما عمارت کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ جب کہ تیسری منزل کی تعمیر کا کام جاری ہے۔

جامعہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے اور وہیں کے نصاب و نظام کے مطابق عالمیت کے درجہ عالیہ ثانیہ (عربی ششم) تک کی تعلیم، ماہر فن اور تجربہ کار اساتذہ کی نگرانی میں جاری ہے۔ یہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد صرف دو سال کے لئے طلبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جاتے ہیں، اور باقاعدہ عالمیت کی سند حاصل کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی سند کے ذریعہ ملک کی بہت سی یونیورسٹیوں، مثلاً: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی وغیرہ میں داخلہ لیا جاسکتا ہے، جب کہ حکومت ہند دسویں کے برابر سے تسلیم کرتی ہے۔ درجات عربیہ کے علاوہ: شعبہ ناظرہ و دینیات اور شعبہ حفظ قرآن کریم وغیرہ کی تعلیم کا بھی عمدہ بندوبست ہے۔ تعلیمی تمام ہی شعبوں میں طلبہ کی ایک کثیر تعداد مقیم رہ کر حصول علم میں مصروف رہتی ہے۔ جن کے قیام و طعام کا نظم حتی المقدور جامعہ کرتا ہے اور دیگر سہولیات بھی فراہم کرتا ہے۔

جامعہ کی عمارت اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود، طلبہ کی کثیر تعداد کے پیش نظر ناکافی ہے۔ مزید عربی درجات کے اضافے کے ساتھ ایک بڑی مسجد، دارالقرآن، دارالحدیث، لائبریری، اور مزید درس گاہوں و رہائشی کمروں کی تعمیر کے لیے ایک بڑی اراضی خرید لی گئی ہے، جس پر عنقریب ہی تعمیرات کا سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ۔

شعبہ جات

۱- شعبہ دینیات و ناظرہ قرآن کریم

اس شعبے میں داخل طلبہ کو اولاً بطرز ہر دوئی نورانی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے، اس کے بعد مخارج کی مکمل رعایت کے ساتھ قرآن کریم ناظرہ پڑھایا جاتا ہے۔ ساتھ ہی اسلام کے بنیادی عقائد، ابتدائی مسائل، دعائیں، اسلامی آداب، طہارت، وضو اور

نماز وغیرہ کی عملی مشق، اردو زبان پڑھنے اور لکھنے کی مشق وغیرہ پر بھی خصوصی توجہ رہتی ہے۔

علاوہ ازیں تمام ہی طلبہ کا جامعہ کے تحت چلنے والے اسکول میں بھی داخلہ لازمی طور پر رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے طلبہ، شعبہ دینیات کی تکمیل کے ساتھ، اسکول کی پانچویں کلاس تک کی تعلیم بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

۲- شعبہ حفظ و تجوید

اس شعبے میں بہترین حفاظ و قراء کی نگرانی میں اصول تجوید کی مکمل رعایت کے ساتھ بچوں کو حفظ قرآن کریم کرایا جاتا ہے اور اصول تجوید کی بنیادی معلومات سے واقف کرایا جاتا ہے۔

ساتھ ہی ان طلبہ کا داخلہ جامعہ کے اسکول میں بھی رہتا ہے، جس کی تعلیم کے لئے ان کو دو گھنٹے کا وقت دیا جاتا ہے، اس دوران یہ طلبہ اسکول کے مضامین: انگلش، ہندی، حساب وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح ان طلبہ کی، شعبہ حفظ سے فراغت کے ساتھ، آٹھویں جماعت تک کی تعلیم بھی مکمل ہو جاتی ہے۔

۳- شعبہ عربی

جامعہ باضابطہ طور پر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، اور جامعہ کا نصاب و نظام اسی اعتبار سے مرتب ہے۔ فی الحال ثانویہ اولیٰ سے عالیہ ثانیہ تک کی تعلیم جاری ہے۔ یہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے طلبہ عزیز دارالعلوم ندوۃ العلماء جا کر اپنی علمی تشنگی سے سیرابی حاصل کرتے ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب کی خصوصیت یہ ہے کہ علوم اسلامیہ: قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم کے ساتھ عربی زبان و ادب پر بھی خصوصی توجہ رہتی ہے اور عصری علوم خصوصاً انگریزی زبان بھی اس کے نصاب کا حصہ ہے۔ اسی نصاب کے مطابق عربی درجات میں داخل طلبہ کو اسکول کی بارہویں کلاس تک کے معیار کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور ادارہ کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی منظور شدہ اسکول میں داخلہ دلا کر عربی تعلیم کے ساتھ طالب علم کو انٹر کا امتحان بھی دلا دیا جائے۔

۴- شعبہ اہتمام

یہ جامعہ کا سب سے اہم شعبہ ہے، جو پورے ادارے اور تمام شعبہ جات کی نگرانی کرتا ہے، اساتذہ و عملے کی تقرری اور مفوضہ امور کی انجام دہی کا ان کو پابند کرتا ہے۔ ادارے کے تمام اہم امور اسی کے مشورے سے انجام پاتے ہیں۔

۵- شعبہ تعلیمات:

اس شعبہ کی ذمہ داریوں میں سے طلبہ کا داخلہ لینا، مکمل تعلیمی نظام کو دیکھنا، معیار تعلیم کو زیادہ سے زیادہ اچھا کرنے کی کوشش کرنا، درس گاہوں میں طلبہ و اساتذہ کی حاضری کو یقینی بنانا اور امتحانات کا انعقاد کرانا جیسے اہم امور ہیں۔

۶- شعبہ اقامت:

یہ شعبہ طلبہ کی رہائش کا نظام کرتا ہے، ان کی اخلاقی و دینی تربیت اور اصلاح پر خصوصی توجہ دیتا ہے، دارالاقامہ کی

صفائی ستھرائی کی نگرانی، نماز وغیرہ کے لئے طلبہ کو وقت مقررہ پر بیدار کرنا، نماز کے وقت طلبہ کی حاضری لینا، صبح و شام کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا وغیرہ امور کی انجام دہی بھی یہی شعبہ کرتا ہے۔

۷۔ شعبہ لائبریری:

مدرسہ اور کتاب دونوں ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جامعہ کے قیام سے ہی یہ شعبہ برسر عمل ہے۔ جس کا مقصد طلبہ کے اندر کتب بینی کا شوق بیدار کرنا، علمی و تحقیقی مواد تک رسائی کو آسان بنانا اور ان کے مطالعاتی ذوق کو جلا بخشنا ہے۔

یہ شعبہ جہاں داخل طلبہ کی نصابی کتب کا انتظام کرتا ہے، وہیں حضرات اساتذہ و اہل علم کے مطالعہ اور تحقیق کے لیے مطلوبہ کتابیں بھی فراہم کرتا ہے۔ محدود وسائل کی وجہ سے ابھی انتہائی محدود ہی کتابیں ہیں، مزید کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔

۸۔ شعبہ تحقیقات شرعیہ اکیڈمی

جدید مسائل کے حل کے لئے علمی مذاکرے کا انعقاد، علمی و تحقیقی کتابوں کی اشاعت اور مستند علماء کرام کی نگرانی میں مختلف موضوعات پر کتب، رسائل و پمفلٹ وغیرہ طبع کرا کے تقسیم کئے جانے کے مقصد سے اس شعبے کا قیام عمل میں آیا۔ اس شعبے سے ابھی تک مندرجہ ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) تفسیر پارہ عم

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۲) التوحید (دلائل توحید اور رد کفر و شرک پر مدلل و مفصل کتاب)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۳) مختصر لغات القرآن

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۴) طلاق کا اختیار عورت کو کیوں نہیں

تحریر: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب۔ ترتیب و تخریج: مولانا محمد صغیر پرتاپ گڑھی

(۵) اسلام کا نظام طلاق (نقل و عقل کی روشنی میں)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۶) موڈرن عورت اور اسلام

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

- (۷) اسلام کا پیغام انسانیت کے نام
تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی
- (۸) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ اول)
تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی
- (۹) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ دوم)
تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی
- (۱۰) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ سوم)
تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی
- (۱۱) اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ چہارم)
تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

ماہ نامہ ”تحقیقاتِ اسلامی“

جامعہ کا علمی، دینی، تحقیقی اور اصلاحی ترجمان، ماہ نامہ ”تحقیقاتِ اسلامی“ بھی اسی شعبہ سے شائع ہوتا ہے۔ جس کا اجراء ۲۰۰۸ء میں ہوا تھا۔ ۲۸ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ پابندی کے ساتھ ہر ماہ شائع ہو رہا ہے۔ ماہ نامہ ”تحقیقاتِ اسلامی“ عصر حاضر کے سلگتے مسائل، دینی و اصلاحی مضامین کے ساتھ، علمائے اسلام کے تحقیقی مضامین بھی شائع کرتا رہتا ہے، نیز دشمنانِ اسلام کی جانب سے اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن پر کئے جانے والے اعتراضات کا مسکت جواب بھی دیتا رہتا ہے۔

۹- شعبہ مطبخ

اس شعبہ سے دارالاقامہ میں مقیم تمام ہی طلبہ کے کھانے و ناشتے کا نظم کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ دیگر شعبوں کی طرح یہ شعبہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو بہ حسن و خوبی انجام دے رہا ہے اور حتی الامکان کھانے میں وسعت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

۱۰- شعبہ تنظیم و ترقی

یہ ایک انتہائی حساس شعبہ ہے، اس سے جہاں مالیات کی فراہمی وابستہ ہے، وہیں طلبہ و طالبات کی ضروریات: بجلی، پانی، پیکھا، صفائی ستھرائی، علاج معالجہ وغیرہ نیز آمد و صرف کا مکمل حساب رکھنا اور ماہانہ وار اسے ترتیب دینا بھی متعلق ہیں۔

۱۱- شعبہ تعمیرات

تعمیرات کی منصوبہ بندی اور اس کی نگرانی وغیرہ اس شعبہ سے متعلق ہے۔ کسی بھی ادارے کے لیے تعمیرات اہم اور بنیادی ضرورت ہے جس کی جانب جامعہ پہلے ہی دن سے متوجہ ہے۔ کرائے کی عمارت سے شروع ہونے والا جامعہ، آج ایک بڑی اراضی پر کئی ایک رہائشی کمروں، درس گاہوں اور ایک بڑے ہال پر مشتمل دو منزلہ انتہائی خوبصورت و دیدہ زیب عمارت کی شکل میں مصروف خدمت قرآن و حدیث ہے۔ جب کہ ادارے کی ضرورت کے پیش نظر عنقریب مزید تعمیری سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ ہے۔

۱۲- شعبہ دعوت و تبلیغ

عوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے، رسومات و بدعات سے دور رہنے اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے واقف کرانے کے مقاصد سے اس شعبے کا قیام عمل میں آیا، جس کے تحت وقتاً فوقتاً اساتذہ جامعہ کو گاہوں دیہات میں بھیجا جاتا ہے اور معاشرے کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی شعبہ کی نگرانی میں طلبہ کی انجمن ”بزم رشید“ بھی قائم ہے۔ جس کا ہفتہ واری پروگرام ہر جمعرات کو اساتذہ کرام کی نگرانی میں منعقد ہوتا ہے۔ جس میں طلبہ عزیز عربی، اردو اور انگریزی وغیرہ زبانوں میں تقریر کی مشق کرتے ہیں۔

جامعہ اسعاد البنات

شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کیرانہ شمالی یوپی

بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ۱۹۳۲ء ۱۹۱۰ء میں اس ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ الحمد للہ ادارہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا اور آج بچیوں کی ایک بڑی تعداد ادارہ میں مقیم رہ کر علوم کتاب و سنت کے حصول میں مصروف ہے۔ جہاں ان کی تعلیم و تربیت پر پورا ایک عملہ مقرر ہے۔

اس ادارے کا بھی آغاز کرائے کی عمارت سے ہوا تھا، لیکن آج رب کریم کے فضل سے اور اہل خیر حضرات کے تعاون سے اس کی بھی انتہائی محفوظ، خوبصورت اور بچیوں کے اعتبار سے ہر طرح کی ضروریات و سہولیات سے مزین عمارت ہے۔ بچیوں کی نگرانی اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے باصلاحیت عالمائیں مامور ہیں۔

یہ ادارہ باضابطہ طور پر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے اور ندوہ ہی کے نصاب و نظام کے مطابق از درجہ پرائمری تا دورہ حدیث شریف کی تعلیم جاری ہے، ساتھ ہی کمپیوٹر اور دست کاری (سلائی، کڑھائی، امور خانہ داری) بھی

سکھائی جاتی ہے۔

بچیوں کی روز افزوں کثرت کے پیش نظر مزید عمارت کی تعمیر کا عنقریب منصوبہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کی بھی تعمیر کا غیب سے انتظام فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

جامعة السعادة للدارین

(JSL) پبلک اسکول

حالات و ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ۲۰۱۶ء سے بچوں و بچیوں کی عصری تعلیم کے لئے باضابطہ ”جامعة السعادة للدارین پبلک اسکول“ کا قیام عمل میں آیا۔ جو حکومت ہند سے منظور شدہ ہے اور جس میں مکمل اسلامی اصولوں کے تحت، فی الحال آٹھویں جماعت تک کی تعلیم کا باقاعدہ نظم ہے، جب کہ امید ہے کہ جلد ہی دسویں اور بارہویں جماعت تک کی منظوری مل جائے گی۔

اسکول میں عصری علوم: انگلش، ہندی، حساب، سائنس، کمپیوٹر کی تعلیم کے ساتھ اسلامی علوم: قرآن کریم ناظرہ، اردو زبان، اسلامی کے بنیادی عقائد، طہارت اور نماز وغیرہ کے مسائل کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

نیز جامعة السعادة اور جامعة اسعاد البنات میں پڑھنے والے بچوں اور بچیوں کو بھی موقع دیا جاتا ہے کہ وہ عربی تعلیم کے ساتھ، اپنی صلاحیت کے مطابق اسکول میں داخلہ لے کر اسکول کی تعلیم مکمل کریں۔ جس کا بڑا فائدہ ان کو یہ ہوگا کہ وہ جامعہ سے تعلیم مکمل کرنے کے کسی بھی کالج میں داخلہ لینے کے مجاز رہیں گے۔

اسکول کی مقبولیت اور طلبہ کے رجوع کے پیش نظر عنقریب ایک ”اسلامی کالج“ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس کے لیے ایک بڑی زمین کی تعیین بھی کر لی گئی ہے، جس پر جلد ہی تعمیراتی کام شروع ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ کالج کی تعمیر کے صرفہ کا تخمینہ تقریباً دو کروڑ روپے ہیں۔ جو اہل خیر حضرات ہی کے تعاون سے پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔

منصوبے اور عزائم

ایک بڑی مسجد کی تعمیر
 دارالقرآن کی تعمیر
 دارالحدیث کی تعمیر
 لائبریری کی تعمیر
 طلبہ کی رہائش کے لئے مزید کمروں کی تعمیر
 مزید درسگاہوں کی تعمیر
 اساتذہ و ملازمین کے لئے فیملی کواٹر کی تعمیر
 پانی کی ایک بڑی ٹینکی کی تعمیر
 شعبہ تخصص فی الفقہ کا قیام
 شعبہ تخصص فی اللغة العربیة کا قیام
 اسلامی کالج کی بلڈنگ کی تعمیر

ان منصوبوں کی تکمیل کے لئے ایک بڑی اراضی خرید لی گئی ہے۔ جس پر عنقریب ہی تعمیرات کا سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت ان کی تکمیل کا غیب سے انتظام فرمائے۔
 جامعہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ محترم حضرات سے اپیل ہے کہ ماہ مبارک میں صدقات، زکوٰۃ اور عطیات کی رقوم سے جامعہ کا تعاون فرمائیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین
 محمد عرفان ثاقب قاسمی

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شمالی روڈ، کیرانہ ضلع شمالی۔ یو پی 247774

رابطہ نمبر 09319530768

اہل خیر حضرات متوجہ ہوں

جامعۃ السعاده کیرانہ، شمالی، یوپی کی جانب سے ماہ مبارک ۱۴۴۷ھ میں، ملک کے مختلف علاقوں میں، جامعہ کے اساتذہ کرام، فراہمی مالیات کے لیے جارہے ہیں، اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ دامے درمے قدمے سخی ان کا تعاون فرمائیں اور اپنے متعلقین کو بھی تعاون کے لیے متوجہ فرمائیں۔
حضرات اساتذہ کرام کارابطہ نمبر اور ان کے حلقہ جات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) محترم جناب مولانا محمد معظم صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 9359602830
حلقہ جات: بڑودہ، سورت، واپی، اطراف واپی، دمن، بھیلار، ڈوگری فلیہ، دوگرابلیشور، اطراف سورت، بھوپال،
دہلی سلیم پور، ویلکم مہرولی، مدینہ مسجد، جامع مسجد مارکیٹ، مینا مارکیٹ، چتلی قبر، اطراف لکشمی نگر، منڈاولی وغیرہ۔

(۲) محترم جناب مولانا عبدحسن رشیدی صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 9358874516
حلقہ جات: احمد آباد، ممبئی، دلی، مصطفیٰ آباد، لونی، میرٹھ، شمالی، بگھرہ، لاڈ، کیرانہ، سہارن پور، مظفرنگر۔

(۳) محترم جناب مولانا عمران ندوی صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 7417950457
حلقہ جات: مالگاؤں، کھرگون، پانی پت، جگادھری، نواڑہ، باغپت، لونی، مصطفیٰ آباد، کیرانہ، رامڑہ، موی نگر، راعی۔

(۴) محترم جناب مولانا محمد ارشد صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 9639227862
حلقہ جات: کیرانہ، محمد پور، رائڈا، ٹانڈا، تھانہ بھون، سہارن پور، دلی جعفر آباد، شہید نگر، لونی، کبیرنگر۔

(۵) محترم جناب مولانا محمد مقیم صاحب مظاہری استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 8923222116
حلقہ جات: لدھیانہ پنجاب، راجستھان، دہلی سلیم پور، سہارن پور، تھانہ بھون، دہرادون، کڑانہ، جھانپورہ،
ڈنڈو کھیڑہ، تیرواڑہ، اسلام نگر کیرانہ و مساجد کیرانہ (عید گاہ والی مسجد، محمدی مسجد، آمنہ مسجد، اسلام نگر کی تمام مساجد، بارہ دری
والی مسجد، گلشن نگر، سندرنگر، سراوالی مسجد، دربار والی دونوں مسجد، چاند مسجد۔

(۶) محترم جناب مولانا محمد عثمان صاحب کھنڈراؤلی استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 9760072071
حلقہ جات: پنجاب سنگور، گنگوہ، بڈھا کھیڑا، ماہی پور، میملہ، پانی پت، سونی پت، امید گڑھ، صالح کھیڑی۔

(۷) محترم جناب مولانا محمد نعمان ندوی صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 7860776363
حلقہ جات: چنڈی گڑھ، مظفر نگر، میرٹھ، غازی آباد، دہلی۔

(۸) محترم جناب مولانا محمد سلیم صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 7500042002
حلقہ جات: میرٹھ، دہلی، کھتولی، تیوڑہ، سیانہ، سردھنہ۔

(۹) محترم جناب مولانا مجیب الاسلام صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 9927848521
حلقہ جات: بھاؤنگر، جمبوسر، کچھ، بھونج۔

(۱۰) محترم جناب قاری محمد سالم صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 7536072696
حلقہ جات: مظفر نگر، سوڑو، دادری، بھرت نگر، دہلی، نوئیڈا، رٹھوڑہ، کوٹرا جستان۔

(۱۱) محترم جناب قاری افتخار صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 95686268036
حلقہ جات: پونا، راجستان، دہلی کے مختلف علاقے: مصطفیٰ بعد، ویلکم، جعفر آباد، اندر لوک، موجپور، سلیم پور، برہم پوری، لونئی، رٹول، پسونڈا، کاندھلہ وغیرہ۔

(۱۲) محترم جناب حافظ محمد طاہر صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 9045539917
حلقہ جات: اون، جھنجھانا، کیرانہ۔

(۱۳) محترم جناب قاری محمد انعام صاحب استاذ جامعہ ہذا (موبائل) 9012614533
حلقہ جات: کیرانہ و اطراف کیرانہ، لدھیانہ، نانوتہ، سہارن پور

Tehqiqat-e-Islami

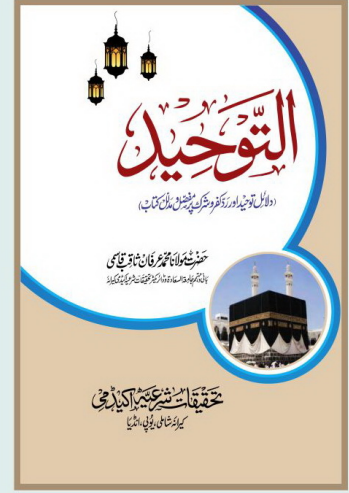
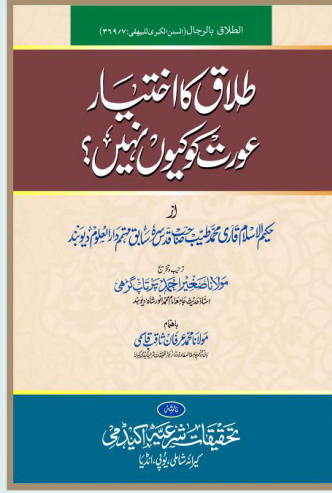
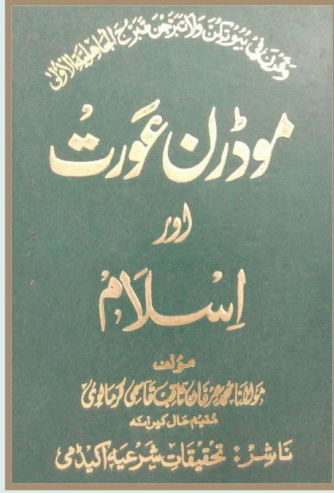
Post No. UP/MZN- 86/2015-17 RNI No: upurd/2011/42786

Kairana, Distt. Shamli (U.P) India

E-mail: tahqiqat-eislamia@yahoo.com

Website: www.jamiakairana.com

www.shariyahacademy.com , academy2016web@gmail.com



JAMIATUS SA' ADAH

Moh. Ibrahim Pura, (Aal Kalan) Shamli Road,

Kairana, Distt. Shamli U.P Pin: 247774

Mob: 09359602830, 09319530768